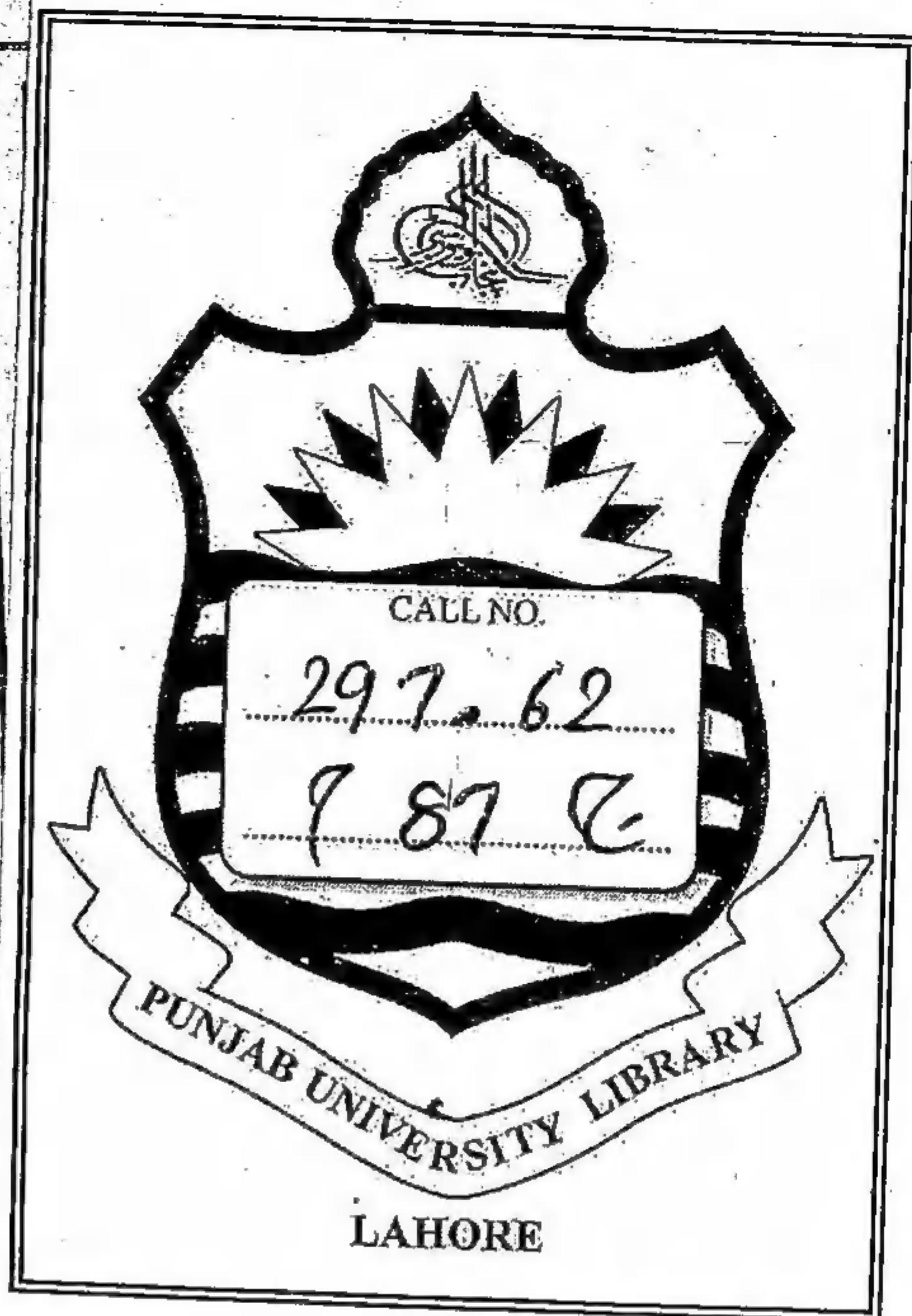




محفوظ و محفوظ

مرکزی مجلس اعلیٰ سندھ پاکستان





2-99

# جہانِ ابریت

DATA ENTERPRISE

محمد صادق قسوی

مرکزی مجلسِ ابریت پاکستان

02-700



بیاد

سنوئی ہند قبلہ عالم مجدد وقت امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری  
قدس سرہ

بغیضان کرم

مراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶  
زیر سرپرستی

بد الملت پیر سید نذرین شاہ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ

نام کتاب: جہان امیر ملت

مؤلف: محمد صادق قصوری

صفحہ: ۲۰۰

سن اشاعت: یکم جون ۱۹۷۷ء

تعداد: ۱۰۰۰

ہدیہ: دعائے خیر کئی معاونین مجلس

کتابت: محمد حیات دوگر سکن موضع چوہڑ پورہ۔ قصور

نوٹ: بیرونی حضرات تیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

مرکزی مجلس امیر ملت

برج کلاں ضلع قصور

پوسٹ کوڈ: ۵۵۰۵۱

# آئینہ

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱	انتساب	۱
۲	سرخن از مؤلف	۲
۴	امیر ملت کے ماہ و سال	۳
۱۲	امیر ملت اور تحریک ختم نبوت	۴
۲۲	امیر ملت اور تحریک خلافت	۵
۵۴	امیر ملت اور آل انڈیائی کانفرنس	۶
۱۰۶	امیر ملت اور سارو اہل	۷
۱۱۶	امیر ملت اور تحریک پاکستان	۸
۱۶۰	اقبال اور امیر ملت	۹
۱۶۳	قائد اعظم اور امیر ملت	۱۰
۱۹۶	کتابیات	۱۱

برصغیر ہند میں ملت اسلامیہ کے اچھا اور مسلمانوں کے  
سیاسی سر بلندے کے لئے حضرت امیر ملت  
رحمۃ اللہ علیہ کے خدمات اور ارقے تاریخ پر طبع و قلم  
میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کے اس تصنیف سے  
نوجوانوں کے لئے اسے خوشہ زخمی کے لئے روشن ہوگی۔

مکتب گرامی

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ  
ہندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ

بنام

محمد صادق قصویٰ محررہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء



# انتساب

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ اول، افضل البشر بعد از انبیاء  
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

— کے نام —

آں امین الناس بر مولائے ما      آں کلیم اول سینائے ما

ہستی و ادگشت ملت را چو ابر      ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

(اقبال)

## سرخن

سنوسی ہندامیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ  
(۱۸۴۱ء - ۱۹۵۱ء) کے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اس احقر نے زندگی وقف کر رکھی ہے  
موصوف کی ذات ستودہ صفات اپنے دور میں عدیم النظیر ہی نہ تھی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و ارفع تھی اللہ تعالیٰ  
نے انہیں بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔

انہوں نے علم و ادب، مذہب و سیاست اور شریعت و طریقت کے میدان میں جو  
کارہائے عظیمہ سرانجام دیئے ہیں ان کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پیش خدمت  
کتاب میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی خدمات جلیلہ پر احقر نے اپنی ہمت اور بساط کے مطابق روشنی  
ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں کر سکا۔ تاہم جو کچھ ہو سکا، حاضر ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں استاذی حضرت حکیم محمد رومی امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۹۹ء)  
اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی دامت برکاتہم اعلیہ کی بھرپور سرپرستی حاصل۔ ہی۔ اللہ تعالیٰ  
حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ کو روٹ کر روٹ جنت نعیم فرمائے اور حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم اعلیہ  
کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علی اللہ علیہ وسلم۔

گدائے امیر ملت  
**محمد صادق قصوی**

ظہم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت  
برج کلاں منسلح قصور۔ ۵۵۰۵۱

یکم جنوری ۲۰۰۰ء - بروز ہفتہ

لے افسوس کہ حضرت مجاہد ملت اس کتاب کی  
اشاعت سے قبل ہی ۲ مئی ۱۹۹۷ء کو  
رحلت فرما گئے۔ (قصوی)







۱۸	مسلم لیگ کی طرف پہلی توجہ مبارک	۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء
۱۹	مرزا بیت کی سرکوبی و مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیشگوئی	ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ / مئی ۱۹۰۸ء
۲۰	اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ہڑتال ختم کرانا	جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ / جولائی ۱۹۱۰ء
۲۱	حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ	۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
۲۲	تیسرا حج مبارک	۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
۲۳	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے تین لاکھ روپیہ کا عطیہ	۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء
۲۴	لاہور میں غید میلاد النبی کے جلسہ کی تاسیس	۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء
۲۵	تحریک مسجد مچھلی بازار کا پنور میں قائدانہ کردار	۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
۲۶	مدرسہ نقت بندہ علی پور سیدان کا دورِ تعمیر و ترقی	۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء
۲۷	آغازِ تعمیر مسجد نور علی پور سیدان	۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء
۲۸	تحریک ترکِ موالات کی مخالفت	۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء
۲۹	علی پور سیدان ریلوے اسٹیشن کی بنیاد	ربیع الاول ۱۳۳۳ھ / جنوری ۱۹۱۵ء
۳۰	حافظ پبلی بھٹی کی نعت سن کر بحالتِ بخارج کوروناگی	۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
۳۱	تعمیر شیش محل علی پور سیدان	۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
۳۲	ہمارا جہ کرشن پرشاد وزیرِ اعظم حیدر آباد کن کی گوشمالی	صفر ۱۳۳۵ھ / دسمبر ۱۹۱۶ء
۳۳	حادثہ جلیانوالا باغ کے سلسلہ میں محضرنائے پردستخط کرنے سے انکار	۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
۳۴	تکمیل مسجد نور علی پور سیدان	۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۳۵	تحریک خلافت میں قائدانہ کردار	۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء
۳۶	لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں تاریخی خطبہ صدارت	رجب ۱۳۴۰ھ / مارچ ۱۹۲۱ء
۳۷	قائد تحریک خلافت مولانا شوکت علی کی طرف سے سنوسی ہند کا لقب	رجب ۱۳۴۰ھ / مارچ ۱۹۲۱ء
۳۸	مولانا ظفر علی خاں کا بھرپور ہدیہ عقیدت	رجب ۱۳۴۰ھ / مارچ ۱۹۲۱ء
۳۹	جھنگ کے مشہور ڈاکو میاں جب علی کا نائب ہو کر مرید ہونا	۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء
۴۰	سیفیر کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش بر موقوعہ حیلہ شاہ ابوالخیر دہلوی	شعبان ۱۳۴۲ھ / مارچ ۱۹۲۳ء
۴۱	شدھی تحریک میں سرفروشانہ کردار	۱۳۴۱-۴۲ھ / ۱۹۲۳-۲۴ء
۴۲	کشمیر میں آریہ سماجیوں کے فتنہ کی سرکوبی	شوال ۱۳۴۲ھ / مئی ۱۹۲۴ء



۱۹۲۴ / ۱۳۴۳	مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ	۴۳
ربیع الثانی ۱۳۴۳ / نومبر ۱۹۲۳	بریلی شریف میں تشریف آوری اور شاندار استقبال	۴۴
ربیع الثانی ۱۳۴۳ / نومبر ۱۹۲۳	فتنہ ارتداد کا قلع قمع	۴۵
۱۹۲۵ / ۱۳۴۳	تعمیر مسجد و باغ اسٹیشن علی پور سیدیاں برائے مہمانان گرامی	۴۶
شعبان ۱۳۴۳ / مارچ ۱۹۲۵	آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کا انعقاد و صدارت	۴۷
جمادی الاول ۱۳۴۸ / اکتوبر ۱۹۲۹	جمعیت خدام الحرمین کے اجلاس لاہور میں خصوصی شرکت	۴۸
۱۹۳۰ / ۱۳۴۸	مدینہ شریف میں مولانا ضیاء الدین احمد کے ہاں پہلا قیام	۴۹
ذیقعد ۲۹ - ۱۳۴۸ / اپریل ۱۹۳۰	ساروا ایکٹ کی خلاف ورزی و سرکوبی	۵۰
۱۹۳۱ / ۱۳۵۰	کشمیر ایجنسی ٹینشن میں مجاہدانہ کردار	۵۱
۱۹۳۱ / ۱۳۵۰	سابق امیر کابل امان اللہ خاں کی بر موقعہ حج آپ کی خدمت میں	۵۲
۱۹۳۱ / ۱۳۵۰	حاضری و توبہ	۵۳
جمادی الثانی ۱۳۵۱ / اکتوبر ۱۹۳۲	نادر شاہ والی کابل کی دعوت پر پہلا تبلیغی دورہ	۵۴
۱۹۳۲ / ۱۳۵۳	ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۵۴
۱۹۳۵ / ۱۳۵۴	مجلس اتحاد ملت کی مسوورتی	۵۵
۱۹۳۵ / ۱۳۵۴	تحریک مجلس شہید گنج کی قیادت	۵۶
۱۹۳۵ / ۱۳۵۴	حکیم الامت علامہ اقبالؒ کا "سراج عقیدت"	۵۷
جمادی الثانی ۱۳۵۴ / ستمبر ۱۹۳۵	شہید گنج کانفرنس راولپنڈی کی تاریخ ساز صدارت	۵۸
جمادی الثانی ۱۳۵۴ / ستمبر ۱۹۳۵	ملت اسلامیہ کی طرف سے "امیر ملت" کا اعزاز و خطاب	۵۹
رجب ۱۳۵۴ / اکتوبر ۱۹۳۵	آل انڈیا سنی کانفرنس بڑایوں کی صدارت	۶۰
شوال ۱۳۵۴ / دسمبر ۱۹۳۵	وائسرائے ہند لارڈ ولنکڈن کی بسلسلہ تحریک شہید گنج ڈانٹ ڈپٹ	۶۱
ربیع الاول ۱۳۵۶ / جون ۱۹۳۶	میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن کو مجلس عام میں شہزادیوں	۶۲
۱۹۳۶ / ۱۳۵۶	کو بے پردہ لانے پر تنبیہ اور نظام کی توبہ	۶۳
۱۹۳۶ / ۱۳۵۶	جہا راجہ میسور سرسری کرشنا راؤ کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۶۴
۱۹۳۶ / ۱۳۵۶	علامہ اقبالؒ سے آخری ملاقات	۶۵
ذیقعد ۲۸ - ۱۳۵۸ / دسمبر ۱۹۳۹	قائد اعظمؒ کی اسپیل پیلیم لیگ کی حمایت میں یوم نجات منانا	۶۵



۶۶	قرار داد پاکستان کے موقع پر قائد اعظم کو تہنیتی تار	صفر ۱۳۵۹ھ / مارچ ۱۹۴۰ء
۶۷	نادر شاہ والی کابل کی دعوت پر دوسرا دورہ کابل	شعبان ۱۳۵۹ھ / ستمبر ۱۹۴۰ء
۶۸	مدینہ منورہ کا قیام دسر پرستی	۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء
۶۹	قائد اعظم کو "ولی اللہ" کا لقب و خطاب عطا فرمانا	رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی ۱۹۴۳ء
۷۰	قائد اعظم پر خاکساروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کے بعد مزاج پرسی و دعائے کامیابی	رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی ۱۹۴۳ء
۷۱	میر مبارک علی شاہ آف شاہ جیونہ (جھنگ) کی میسور میں شاندار دعوت	رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی ۱۹۴۳ء
۷۲	سری نگر (کشمیر) میں قائد اعظم کی شاندار دعوت اور قائد اعظم کا سعادت بیعت حاصل کرنا	جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ / جون ۱۹۴۴ء
۷۳	مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے تاریخی اجلاس لاہور کی صدارت اور صدارتی خطاب میں حکومت اور کانگریس کو دعوت مبارزت	صفر ۱۳۶۵ھ / جنوری ۱۹۴۶ء
۷۴	آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت اور مسلم لیگ کی حمایت میں تاریخی اعلان	جمادی الاول ۱۳۶۵ھ / اپریل ۱۹۴۶ء
۷۵	قائد اعظم کو عطا کردہ لقب "ولی اللہ" کا اعلان عام	جمادی الاول ۱۳۶۵ھ / اپریل ۱۹۴۶ء
۷۶	تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دوسرے قیام پاکستان پر قائد اعظم کی طرف سے شکریہ کا خط	۶۶-۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء
۷۷	ہجرتین کی بھرپور آمد	رمضان ۱۳۶۶ھ / اگست ۱۹۴۷ء
۷۸	تحریک نفاذ شریعت کی قیادت	۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء
۷۹	مجاہد ملت مولانا عبد التارخاں نیازی کی دربار شریف میں پہلی حاضری	۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۸ء
۸۰	آخری حج مبارک (۵۵ واں حج)	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ / ستمبر ۱۹۴۹ء
۸۱	آخری حج کے موقع پر پیر سید غلام محی الدین گولڑوی عرف بابو جی کی شاندار دعوت	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ / ستمبر ۱۹۴۹ء



۱۹۴۹ء / ۱۳۶۸ھ	مدینہ منورہ میں مولانا ضیاء الدین احمدؒ کے ہاں آخری قیام۔	۸۳
۱۹۴۹ء / ۱۳۶۸ھ	حجۃ الملت مولانا محمد عبدالستار حان نیازی کی دوسری اور آخری حاضری۔	۸۴
۱۹۵۰ء / ۱۳۶۹ھ	لائل پور (فیصل آباد) میں غیر مقلدین کی سرکوبی۔	۸۵
شوال - ۱۳۷۰ھ / جون ۱۹۵۱ء	نارووال میں شیعہ فرقہ کی سرکوبی۔	۸۶
ذیقعد - ۱۳۷۰ھ / اگست ۱۹۵۱ء	وصال مبارک و تدفین در علی پور سیداں ضلع سیال کوٹ۔	۸۷
محرم - ۱۳۷۱ھ / اکتوبر ۱۹۵۱ء	چہلم شریف پر ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا اجتماع۔	۸۸
محرم - ۱۳۷۱ھ / اکتوبر ۱۹۵۱ء	خلف اکبر سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہؒ کی سجادہ نشینی	۸۹
ذوالحجہ - ۱۳۹۴ھ / جنوری ۱۹۷۵ء	طباعت "سیرت امیر ملت"	۹۰
۱۹۷۹ء / ۱۳۹۹ھ	تعمیر نو مزار اقدس	۹۱



## امیر ملت اور تحریک ختم نبوت

۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹٹھاتا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز، بڑا غظم کے فرمانروا بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شگاف پر شگاف پیدا کرنے شروع کئے۔ اپنے ہم نوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تاکہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں، مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے، جہاد کا خدشہ مٹ جائے، عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا ٹھپ ہو جائے گی۔ نتیجہ برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ بقول حکیم الامت اقبالؒ:

یہ فاقہ کش موت اسے ڈرتا نہیں ذرا رُوح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو  
فکر عرب کوٹے کے فرنگی تخیلات اسلام کو حجاز و مین سے نکال دو  
عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے بہت سے علماء کو خرید لیا، ان پر نوازشات کی بارش کر دی اور ان سے اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے، جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام رفیع بن مرزا اعظم محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے جہاں انھیں بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام رفیع بن مرزا کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔

مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی پڑھی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم



طبا بت اپنے باپ سے حاصل کیا۔ کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصولِ علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوسے ہونے دیہات کے حصوں کے لئے مقدمات میں مشغول رہے۔

۱۸۶۴ء میں مرزا غلام احمد، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں محرر (کلرک) بھرتی ہو گئے۔ کچہری کے ملازموں کے لئے انگریزی سیکھنے کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی تھوڑی بہت انگریزی سیکھی اور دورانِ ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تھلیے میں بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تھلیہ میں کسی ایک طویل ملاقات میں کہیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دیکر قادیان آ گئے۔

۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انھیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں جن ارکان نے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد "THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA" کے عنوان سے رپورٹ لکھی، انہوں نے لکھا کہ:

"ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کا رہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پرسان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔"

ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کے سربراہان کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے

۱۔ "الکاویدیل الغاویہ جلد دوم" از مولانا محمد عالم اسی امتری، امرتسر ۱۹۳۴ء۔ ۲۔ ۱۹۹ء۔ ۳۔ "مذاہب اسلام از مولوی نجم الغنی رامپوری، لاہور ۱۹۴۸ء۔ ۶۵۔ ۴۔ مشاہدات قادیان از مولانا فاضل اللہ جتوئی، ملتان ۱۹۸۶ء۔ ۲۶۶۔



مرزا صاحب، نبوت کے لیے نامزد کئے گئے۔

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف "براہین احمدیہ" چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے، ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی "الیف سلسلہ احمدیہ" کے مطابق مرزا صاحب کو مہوریت "کائنات کی الہام" مارچ ۱۸۸۲ء میں پہلا اس سے پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں "ملہم من اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح مولود ہونے کی خبر دی اور ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۳ء میں کرشن ہونے کا اعلان داغایا۔ وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعارہ "سوانح پروان چڑھانے" کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد ان کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے، جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کی استحکام و طاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی تمام سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا اور ان لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اس کی تلقین کرتے تھے۔ علامہ اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر سلسلہ میں جو کوششیں سنو سی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تن من و دھن کی باز لگادی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا جی کو لٹکارا مگر وہ راہ فرار ہی اختیار کرتے رہے، بالآخر حضرت قدس سرہ کی بددعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کئے تو حضرت امیر ملت قدس سرہ

مرزا قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی مطبوعہ لاہور طبع ۱۹۸۹ء — تحریک ختم نبوت از شوالہ  
کاشمیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء — ۲۲۷ — تحریک ختم نبوت — ۲۳۰ — اسلامی مذاہب  
از شیخ محمد ابو ہریرہ مصری (مترجم پروفیسر غلام احمد حریری) مطبوعہ فیصل آباد طبع سوم ۱۳۷۶ تا ۲۸۸ —  
۱۱ — الکادویہ علی النواویہ جلد اول از مولانا محمد عالم آسی مطبوعہ تیسرا ۱۹۳۱ء — ۲ —



مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اس کے دعوؤں کی قلعی کھول دی :

- ① سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ رُوحِ قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوندِ قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔
- ② ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اجتِ دَسُّوْلُ اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدیج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

- ③ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔
- ④ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مترا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ ۵

۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ "تصویر بابت اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۳۔" ماہنامہ "فیاض حرم" لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۵۔ "ایمان پروردیادیں" از مولوی اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء ص ۳۶۔  
نوٹ: حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ہی اعلان آل انڈیا سٹی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کے صدر قی خطبہ میں بھی ارشاد کیا۔ لیکن آغاز میں یہ کلمات فرمائے۔

"اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے۔ ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کیے۔ مرزا غلام احمد پہلے بیال کوٹ کی کچہری میں اہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں کامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، عہدی، نبی، کل نبیوں کا چھوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

اعلان کے اختتام پر فرمایا :۔

"مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل (باقی ماہیہ اگلے صفحہ پر)



اس کے بعد آپ نے تادیبانی فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ملک گیر دورے فرمائے اور اُس کی عیار کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اھلکرام تھری (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت ریحان شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) نے بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزا یان کے کسی حواری کو ان حضرات کے مد مقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوتِ مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اُس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے نار و وال ضلع سیال کوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اُس کے دائم فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت اُس وقت صاحبِ فراش تھے، چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر ہی نار و وال لے چلو تاکہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکو۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر نار و وال لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تار و پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نور الدین کو راستہ مایا پڑا۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ) سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے! اتفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہے ضلالت میں جا کر رہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاق کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٰہی ہماری!۔۔۔

گلدھم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرتِ امیر ملت ص ۹۱۸، ۹۱۹ - ملفوظاتِ امیر ملت ص ۱۸۹ تا ۱۹۱، خطباتِ آل انڈیا سن کانفرنس ص ۲۱۳، ۲۱۴)

فرار کی تفصیل سے آگاہی کے لئے حضرت گولڑوی کی سوانحوی بہرِ منیر ملاحظہ فرمائیں۔ (بقیہ دوری)

ماہنامہ منیائے حرم لاہور ختم نبوت بہرہ ص ۴۵، ۴۶



۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب بذات خود اپنے حواریوں کے انبوه کثیر کے ساتھ سیال کوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لئے وارد ہوئے۔ اُن دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیال کوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ لہذا مرزا صاحب کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب اُمید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ فوراً سیال کوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے اور تقریباً ایک ماہ تک سیال کوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے اور دینِ متین اور عقائدِ حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ ارشاد کرتے کہ:

”دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی

پُرانا رکھو۔“

دورانِ قیام تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کئے۔ مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لیے تیار تھے وہ یہ ذلت و رسوائی کو بردھن ہو گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہٴ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا صاحب کو پھر تازلیت سیال کوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ سیال کوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا صاحب کے ایک پیروکار مولوی عبدالکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکچر دیتے ہوئے یوں بکواس کی کہ:

”لوگ کہتے ہیں براق آیا، براق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں

اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور

غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں نہ آیا؟“

جب رگت خانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سُنے تو آپ نے دورانِ تقریر پر جوش پس لہجے میں فرمایا کہ:

۱۔ ”برکات علی پور شریف“ از پیر خیر شاہ امرتسری، امرتسر ۱۳۲۶ھ۔ ص ۹۔ ”سیرت امیر ملت“

۱۹۷۵ء۔ ص ۲۳۵۔ ”ایمان پروریادیں“ ص ۳۷۔



وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی

ہے۔ وہ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔

دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچہ مارا ہے۔ اور اس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شان سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے دورانِ تقریر جوش و خروش میں آکر مینر پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیچہ بن کر ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مولوی عبدالکریم، سلطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بدلت مولوی عبدالکریم، سیال کوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستغنی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا۔ بعد میں مولوی نور دومین خلیفہ اول مرزا صاحب کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب امام مسجد بن گیا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہو کر جہنم رسید ہوا۔

۱۹۰۸ء میں حضور اقدس امیر ملت قدس سرہ نے ایک دفعہ پھر ”جھوٹے نبی کی شناخت“ کے

نوان سے جو ارشادات فرمائے تھے، وہ آج تک قادیانی جماعت کی چھاتی کا کالوس بنے ہوئے ہیں۔ پڑھیے اور مرزائیت پر دو دوحرف بھیجتے جانیے :

① کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفرد ہی رہا۔ مثلاً نوح، عیسیٰ، موسیٰ، یحییٰ، ادریسؑ کا نام مرکب ہو وہ جھوٹا ہے۔

② کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق لیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

③ جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی وہ وحی نازل ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیتا تھا۔ نفسِ بشری در سیرِ صی مدارج طے کر کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہی ہے۔



کسی نبی نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا، جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا ہی ہے۔  
 ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ غلام، غلام ہی ہے اور آقا، آقا  
 ہی ہے غلام، آقا کی برابری نہیں کر سکتا۔ ۹۔ (یاد رہے کہ مرتاجی کا پورا نام مرزا غلام احمد قادیانی  
 تھا مگر اُس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے منحرف ہو کر دعویٰ نبوت کر کے دین و دنیا میں  
 اُت و رسوائی کو اپنا مقدر ٹھہرایا۔ قصوری)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب اپنی اہلیہ کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان  
 پر وارد ہوئے تو اپنا دایم فریب بھی پھیلانے لگے۔ اُن کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں  
 میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہالیان لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر  
 مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈر تھروڈ پر خواجہ  
 کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت  
 بڑا ایٹیج قائم کیا اور ایٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کیا تاکہ عوام و خواص بروقت کھانا کھا سکیں۔  
 اس جگہ کئی روز تک مجالس و عظ و تقریر ہوتی رہیں اور معتقدات مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی حضرت  
 امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ  
 سے اینٹ بجا دی۔

ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونگی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پیر وفیر احمد علی (ف ۱۹۵۴ء)  
 جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین (قصوری) (ف ۱۹۲۶ء)  
 مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹی  
 (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (۱۹۲۰ء) مولانا غلام احمد غلڑا امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب  
 فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا صاحب کو مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت  
 دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ  
 تھی لہذا نہ آ سکے۔  
 کسی شخص نے مرزا صاحب کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب، لاہور میں  
 اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا صاحب بولے، یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے

فیضانِ امیر ملت از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۹۶، ۹۷

بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچادی تو آپ نے فرمایا :  
 "اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرا جائیں گے مگر مرزا  
 کا توفدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔"

جب مرزا صاحب اپنے بیانگ دہل دعوؤں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ  
 آئے تو پھر آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ  
 کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے  
 میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جلسے  
 کا آغاز ہوا جس میں شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ "استاذ گرامی حضرت امیر ملتؒ پیر وفیسر  
 کالج لاہور، مولانا پیر وفیسر اصغر علی روجی ودیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں  
 آپ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"مرزا صاحب تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی فوقیت جگاتے  
 ہیں لیکن میں حضرت امام حسینؑ کا غلام ہوں، وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے  
 لیے نہ آئے۔ میری عادت پشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نمبر  
 ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پشین گوئی  
 کے نکل گئے تھے جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصہ  
 کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار  
 خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے  
 کہ مرزا غلام احمد غفریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا اور تم اس کی موت  
 اپنی آنکھوں سے دیکھو گے میری اس پشین گوئی کو مرزا کی پشین گوئی کی طرح

مت سمجھنا۔"

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد کیا :

"جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے، میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔"

حضرت پیر مہر علی گورلویؒ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے جلسہ کے اختتام پر انہیں

حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا کہ :

"شاہ صاحب! میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔"



حضرت امیر ملت نے اُن سے کہا :  
آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے ؟

حضرت گولڑوی نے فرمایا :  
میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں  
ہے بلکہ آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں۔  
چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑوی واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا جی کو ہر طرح سے لکھارا۔ اُسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آکر اپنے دعویٰ نبوت  
کو سچا ثابت کرے، مناظرہ کر لے یا مباہلہ کرے۔ پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزا جی  
میدان میں نہیں آسکتے تو ہم اُن کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا جی کو کوئی بات بھی ماننے  
کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں  
کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ :

”ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی  
کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ  
ہو چکا ہے، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا  
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔  
آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب  
پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔“

جب آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں  
بلند کیں۔ یہ پیشین گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح کو دس بجے دس منٹ پر مرزا جی انجمنی  
ہو گئے۔ مولانا رحمٰم نے سچ فرمایا ہے :

گفتہ او گفتہ اللہ بود  
گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک بار کہا تھا کہ :

”جو کوئی بیٹھے کی موت مرے گا، وہ کتے کی موت مرے گا۔“

آسمان کا تھوکا منہ پر آیا جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوکا

دیر بعد مرزا جی کو ہفتینہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی، انجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر) خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلْنَا فِي قَعْرِ جَهَنَّمَ

۱۳۲۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا جی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشین گوئی کا مرزا بیور نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹوکی (دف ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے، آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا جی کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدہ شکر بجالا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا جی کی ہلاکت کی خبر آنا فانا پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے اور اپنے ملاحظہ حسنہ سے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ اس میں تین روز تک اسلامیہ کالج دریلوے روڈ کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن کا تعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جو ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف و اطراف لاہور میں بڑے جلسے ہوئے۔ تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہو



تھی کہ آپ شیخ پر کھڑے ہو کر سب کو ذائل سلسلہ فرماتے تھے ۛ  
 مرزا قادیانی کی منحوس لاش کو جب نہایت بیکسی کی حالت میں بٹانہ کی طرف لے گئے تاکہ قادیان  
 لے جا کر دفن کیا جائے تو اہل اسلام نے نہایت تذلیل و تحقیر کی ۛ  
 مرزا جی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملتؒ، رد مرزائیت میں جوش و خروش سے سرگرم  
 عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے  
 خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی ناشکور کی مگر نہ تو آپ  
 پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرمؤ فرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و  
 کامیابی آپ کے شامل حال رہی۔ ۛ

قائوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے — وہ شمع کیونکر بجھے جسے روشن خدا کرے  
 ایک دفعہ رعیتہ خاصہ ضلع سیال کوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملتؒ قدس سرہ خطاب فرما  
 رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن سکھرہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی  
 کے کچھ الفاظ کہے حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کہ تاب لاسکتے تھے، آپ نے خود اپنے دست مبارک  
 سے اس کو زد و کوب کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بذخمت اور خبیث  
 جولاہے کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلتے لینے کی فکر میں تھے۔  
 اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیتہ (رعیتہ خاصہ) اُن دنوں تحصیل  
 ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا، کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ :  
 ”یہ شخص (حضرت امیر ملتؒ قدس سرہ) مسلمانوں کو گاوڑ کشی پر برا بیگنہ کرتا ہے  
 حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی جولاہا نے اسے ان  
 حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا۔“

ماسٹر خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ سیال کوٹ (ف ۱۹۵۹ء) (خلیفہ مجاز حضرت  
 امیر ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیال کوٹ کے دیگر باران طریقت نے سیال کوٹ

کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز جسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے، اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت امیر ملت کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اور ماسٹر محمد کرم ایڈووکیٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ :

”آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔“

انگریز جسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ :

”شاہ صاحب نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔“

محمد علی جولانی نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ آپ کا دوران مقدمہ حاضری عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲ء) بھی شامل تھے، بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی تک زور لگادیا، مگر سیال کوٹ کے جسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔

بار بار ذلیل و خوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہ (ف ۱۹۵۱ء) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لیا جاسکے۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت اورٹیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔



ہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون  
لوہاری دروازہ لاہور) قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے  
تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے  
میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق درجوق حاضر ہوتے اور اپنے دامن میں  
فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر  
بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وظو و تقریر فرماتے جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کے  
لیے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کے لیے حضرت مولانا محرم علی شاہ چشتی (دف ۱۹۳۲ء) آپ کی طرف سے  
دکیل تھے۔ دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرٹرنے کی اور پہلے کی طرح اب بھی  
وہ کسی قسم کے محنتانہ کے روادار نہ ہوئے، ماسٹر کرم الہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لیے سیال کوٹ سے  
برابر آیا کرتے تھے۔ مؤخر الذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔  
جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حضور  
داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم  
دیا کہ :

”آج فیصلے کی تاریخ ہے، زردہ پلاؤ کی دلیلیں چڑھا دو۔“  
حاجی صاحب نے عرض کیا کہ ”بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دلیلیں چڑھائیں گے۔“ آپ نے ارشاد فرمایا :  
”تم ابھی سے کام شروع کر دو، اللہ تعالیٰ بری کرے گا۔“  
چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کابل بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا جب فیصلے  
کی اطلاع حضرت امیر ملت قدس سرہ کو پہنچائی گئی تو آپ کے ساتھ سب لوگ سجدہ شکر بجالائے خوشیاں  
منائی گئیں خیرات کی گئی۔ سارا دن اور رات زردہ و پلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔  
گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت نے بادشاہی مسجد لاہور کے  
جلسہ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ :

”اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔“  
یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا، مگر کبھی کسی نے انعام حاصل

کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزا یوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ہم اپنا مسئلہ ثابت کرتے ہیں، پہلے تم روپیہ بینک میں جمع کراؤ۔ اس وقت حضرت اقدس، علی پور سیدان سے سیال کوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ جب ٹرین سیال کوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرما رہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن بینک میں روپیہ جمع کروا دیا گیا مگر مرزا یوں کو میدان آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ۱۵

فقہ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر رد مرزائیت میں مصروف کار رہے، جھوٹی نبی کی جھوٹی نبوت پر ضرب کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبان اقدس پر ہر وقت "قَالَ اللَّهُ" "قَالَ الرَّسُولُ" ہی ہوتا تھا تو پھر بھلا تم نبوت پر ڈاکہ زنی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ۲ دسمبر کو اکبری مسجد آگرہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اعلان فرمایا کہ :

① حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے یعنی مفرد نام تھے، مرکب نام نہ تھا مثلاً آدم، شیث، نوح وغیرہ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرا دولفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے۔ تو غلام دہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بن گیا۔

② انبیاء علیہم السلام اور حضرات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی استاد اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی، مگر یہ خاصان خدا خود ہی سے زیادہ واجب التقدیر اس لئے کوئی ان کا استاد ہی نہ ہوا جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کا دعویٰ نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

③ سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک دم دعویٰ کیا کہ دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اول کہا، میں محدث ہوں، پھر مجتہد بنا، پھر مہدی ہوا، دعویٰ کیا پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ ۱۶

گزشتہ صفحات میں حاشیہ پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ۱۹۲۵ء



انڈیائی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر اپنے صدارتی خطبے میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگائی تھی اسی اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

”یہ اجلاس عام جو سوات کرور مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ انٹرنیشنل اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ ”حکومت افغانستان“ کا اہلاک قادیانیان مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفت اور صریح مذہبی مداخلت ہوگی جسکو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے۔“

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ نے ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ ”سیاست“ لاہور میں ایک بیان شائع کرایا جس میں تحریر کیا تھا کہ :

”مرزا صاحب کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فدائے حضرت امیر ملت اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی، ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت نے اعلان فرمایا کہ ”مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔“ اس کے بعد سے سیال کوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامان سیال کوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بینک سیال کوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا البشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کرویں مگر فی الفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکوت ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا، اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔“

ماہنامہ اشرفیہ کچھوچھو شریف (انڈیا) مابت ۱۹۲۵ء مرزا  
ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، سنی کانفرنس ملتان  
نیرت امیر ملت ص ۲۵۲

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اور ان کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول ہی بالا رہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رد مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے بنیہ عظم جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہؒ (وف ۱۹۸۰ء) روایت فرماتے ہیں کہ :

”ایک بار ریل میں ایک سنیٹر سب جج میرے ہم سفر تھے، وہ مرزائی تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ ”ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی اور شاہ صاحب دایر ملت نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ اکٹھا کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیال کوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدو ملت ہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ، ترنگ گانڈیلدار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیا لیاں کے مرزائی ہوئے ہیں علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔“

حضرت جوہر ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی تقریر سن کر کہا کہ ”یہ اللہ کی دین ہے، جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اُسے کامیاب فرماتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَإِنْ جَزِبَ اللَّهُ هُمُ الْغَالِبُونَ  
 (پارہ ۶ سورۃ المائدہ : ۵۶)

”اگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔“

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (وف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آکوہار شریف ضلع سیال کوٹ

”سیرت امیر ملت“ ص ۲۵۳، ۲۵۴



نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

”حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نور ایمان سے دلوں کو روشن کر دے کفر و الجاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور ڈرنے سے ہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شہرہ چشتی کی وجہ سے خلعت اُس روشنی سے فیض پلنے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صلیبۃ اللہ کے خداوندی رنگ کا ان کو احسا ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا، رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے۔ اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبگوئیں خشک ہو چکی تھیں، کہ چانک ابر رحمت نمودار ہوا۔ گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہو بیدار ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیات جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پڑمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہریمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوا، کہ وہ آفتابِ عالم طلوع ہوا۔ اس نیرِ عظیم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور و صاف کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازتِ عالمت سے پڑمردہ دلوں کو گرمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت

امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکہ وتنہا احیاء دین کا  
بیڑہ اٹھایا تھا۔

رد مزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کی چیز جھکیا  
آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔ افسوس کہ عدم فراہمی مواد کے سبب تفصیل نہیں دی جاسکی ورنہ آپ کی خدمات کا  
اعاطہ کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہوتے۔ برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے  
میدان عمل میں مزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا  
مظاہرہ بھی آپ کے ساتھ ہی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے بھی قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے کام کیا ہے  
مگر ان کا کام جزوی ہے۔ کسی نے کتاب لکھ دی، کسی نے ایک آدھ جلسہ سے خطاب کیا۔ مگر کئی کام صرف  
صرف حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ہے۔ پس پردہ رہ کر کام کرنا اور بات ہے، میدان میں آکر نعرہ  
متانہ لگانا اور چیز ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال (د ف ۱۹۳۸ء) نے سچ ہی تو کہا ہے۔

الفاظ و معانی میں کچھ تفاوت نہیں لیکن ملا کی اذان اور ہے مجاہد کی اذان اور

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت و مخالفت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت  
کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملت نے جو کارہائے  
نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بغیرتی  
کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاذانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی  
جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں، ان سب سے بد بخت مرزائیوں کی مخالفت تھی لیکن خاص  
طور پر وہ حضرت امیر ملت کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے زحمتوں اور مزاہمتوں  
کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے  
مبلغین باوجود ان کی مخالفت و مخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادم واپس مزائیت کی تردید میں ہمہ وقت  
مشغول و مصروف رہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت  
چلی۔ اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملک حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ  
صاحب (د ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملک حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب (د ف ۱۹۶۸ء)  
اور نبیرہ اعظم جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (د ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ضمیمہ اسلام آباد



ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ نے بھی اس تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا اور سترائے موت کے حقدار ٹھہرائے گئے۔ (یہ سترائے موت بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی تھی) یہ بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے فیض نظر کا اثر تھا۔ کیونکہ حضرت نیازی صاحب نے تحریک پاکستان کے دور میں اور پاکستان بننے کے بعد تحریک نفاذ اسلام میں پیر صاحب مائیکو شریف محمد امین الحسنات (دف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر کمان سرفروشانہ خدمات انجام دیکر حق گوئی و بے باکی اور سرفروشی کا سبق سیکھا ہے۔ ۲۲

۱۹۷۴ء میں جب ”تحریک ختم نبوت“ ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ملک کے سب سے بڑے اختیار دار سے قومی اسمبلی نے مرزا نیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روح انور اس دن خوشی سے پھولنے لگی تھی اور اولادِ انجام دہ سے ارشاد فرما رہی تھی کہ :

”میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق و صداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ لہذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو، ہر اس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ڈکے ڈالتا ہے۔“

”میرے بچو! تم پر تحفظ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم امت رسول ہو اور آل رسول بھی۔ جاؤ! میدانِ عمل میں نکل کر ہر اس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہینِ رسالت کے لیے اٹھتا ہے۔ ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسول کے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد دہر میں اکرم محمد سے اجالا کرنا نہیں ہے۔“

”اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرہ تکبیر و رسالت بلند کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دو، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

قوتِ عشق سے ہر لیت کو بالا کر دے

دہر میں اکرم محمد سے اجالا کر دے

(اقبال)



## امیر ملت اور تحریک خلافت

نومبر ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاذ شکست سے دوچار ہوا تو فاتح طاقتوں نے جرمنی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسکے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا، وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہو گیا اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح ٹکڑے ٹکڑے کے تھیں۔

اسی سال دسمبر میں دہلی میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت عبدالباری فرنگی محلی (دف ۱۹۲۶ء) حضرت مولانا عبدالقادر آزاد (دف ۱۹۵۷ء) حضرت عبدالماجد بدایونی (دف ۱۹۳۱ء) و دیگر علمائے کرام نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ کیونکہ اس اجلاس میں اور خلافت کی بقا کے لئے بہت سے سوالات پیش ہونے لگے۔

اس اجلاس میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری (دف ۱۹۳۶ء) نے ترکی اور خلافت کی سلسلہ میں ایک طویل ریزولیشن پیش کیا کہ سلطان ترکی ہمارے خلیفہ اسلام ہیں۔ اُن کی خلافت کو رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کے متعدد مقدس مقامات جو اب برطانیہ کے ہاتھ آگئے ہیں وہ ترکی کو دیئے جائیں اور خلیفہ کی دینی و دنیاوی پوزیشن پر کوئی آپٹیمائزیشن نہ آئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے اجتماعی اقدام کی ضرورت محسوس کی چنانچہ مسلمان لیڈروں کے ایک اجتماع میں جو ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں سربراہ ہیم مہاراج (دف ۱۹۳۵ء) کی زیر صدارت منعقد ہوا، ایک مرکزی خلافت کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۔ "تحریک ہجرت" از راجا رشید محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۔

۲۔ "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۶، ۲۵۔

۳۔ "علی برادران اور اُن کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۸۸۔



مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) چار سال کی نظر بندی کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسہ میں شریک ہونے کے لیے لکھنؤ تو اسی احتجاجی جلسہ میں خلافت کانفرنس قائم کر دی گئی تھی۔

۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس غرض سے منعقد ہوا کہ اتحادیوں اور حکومت برطانیہ سے اُن وعدوں کے ایفا کا مطالبہ کیا جائے جو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کے دوران کئے تھے، خلافت کانفرنس کے اس اجلاس میں برصغیر کے تمام صوبوں سے علماء کی ایک معتد بہ جماعت دہلی میں جمع ہوئی اور لاگو عمل مرتب کیا گیا۔ شہ

تحریک خلافت کی بدولت علماء و مشائخ اپنے حجروں سے نکل کر میدان سیاست میں آئے اور سنوئی ہندامیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) اور قیام الملّت والدین حضرت مولانا عبدالباری قرنگی محلی (۱۹۲۶ء) کی زیر قیادت انہوں نے علانیہ طور پر سیاست میں حصہ لیا۔

حضرت امیر ملت محدث علی پوریؒ نے اس تحریک میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے، اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور مومنانہ فراست سے جس طرح اسلامیات برصغیر کی رہنمائی فرمائی وہ تاریخ کا ایک منفرد اور روشن باب ہے۔ آپ نے اپنا خون جگر صرف کر کے، بے بہار و پیہ خرچ کر کے اور شب و روز اکناف و اطراف برصغیر کے دورے کر کے تحریک خلافت کو پروان چڑھایا۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کو بالائے طاق رکھ کر اپنا سب کچھ تحریک کی کامیابی کے لئے قربان کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ:

”خلافت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے، جسے

خلافت سے محبت ہے نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔“

آپ نے تحریک خلافت کی کامیابی و کامرانی کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ مرکزی دفتر بمبئی میں بارہا تشریف لے جا کر گرانقدر رقم بطور چنڈہ دیں اور یارانِ طریقت کو بھی اس کا خیر میں حصہ لینے کے لئے احکامات جاری کئے۔ لاکھوں روپیہ چنڈہ دینے کے علاوہ تحریک کی تائید و حمایت

۱۔ تحریک ہجرت ص ۱۵ — تاریخ صوبہ سرحد از پروفیسر محمد شفیع صاحب، پشاور ۱۹۸۶ء ص ۸۱ — علی برادران

از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۶۳۳

۲۔ تحریک ہجرت ص ۱۶ — تاریخ صوبہ سرحد ص ۸۱

میں اُن علاقوں کا دورہ بھی کیا جہاں تک پہنچنا انتہائی مشکل کام تھا مثلاً ریاست کور (علاقہ مداس) مرکارا، ویراجندر، پیٹاشی، بگنڈا اور کوہ نیلگرھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ آپ تحریک خلافت کے سلسلے میں بمبئی سے حیدرآباد دکن تشریف لیا جسے متفقہ کہ مولانا شوکت علیؒ (ف ۱۹۳۸ء) اور احمد صدیق جنرل یکرری آپ کو الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن پر آئے تو مولانا شوکت علیؒ نے آپ کو ایک ”جھولا“ پہنایا جس پر لفظ ”خلافت“ اور ایک ”تمغہ“ جس پر نصرتِ اللہ و فکرت قریب کندہ تھا، پیش کیا اور کہا کہ ”میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں۔ ظہرِ برگ سبز است تمغہ درویش“

اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کے ”خلافت کوپن“ بھی دیئے۔ اپنے حیدرآباد دکن پہنچ کر ان سب کوپنوں کو فروخت کر دیا اور پانچ سو روپے کے بجائے پانچ سو بیس روپے خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے، جس پر مولانا شوکت علیؒ نے کہا: ”مجھے اگلے بھی ملے گیا ہے اور سود بھی ملے۔“

ایک بار مولانا شوکت علیؒ نے تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے کوہ نیلگرھی (علاقہ میسور) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چنڈہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان جاری فرمایا کہ: ”فقیر کے سبب محبت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چنڈہ خلافت فنڈ میں داخل کریں۔“

مولانا شوکت علیؒ نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشہر کر دیا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے زرکشیر وصول ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کے اکثر معتمدین نے تن تنہا ہزاروں روپے ”خلافت فنڈ“ میں دیئے۔ چنانچہ نورانی سیٹھ آف بمبئی نے آپ کے ارشاد پر پچاس ہزار روپے اور اہالیانِ کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپے کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں۔ لیکن آپ نے ہرگز یہ گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے ارشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کا ذخیرہ کے ثواب میں شامل نہ ہوں، چنانچہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیدان در ضلع سیال کوٹ کے موقع پر ملک لال خاں

۱۔ ”قومی کارنامے“ از مولانا عبدالمجید قسوری مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۰۹۔ سیرت امیر ملت از سید اختر حسین

۲۔ علی پوری مطبوعہ ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۱۴۔ ”برگ گل“ مجلہ اردو کالج کراچی ۱۳۱۵ھ جو ہر نمبر ص ۲۶۔ مضمون محمد علی جوہر کی یاد میں۔ از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔



دف ۱۹۷۶ء) سیکرٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے تیرہ سو روپیہ اور دوسری دفعہ اٹھارہ سو روپیہ کی گرانقدر رقم حبیب خاص سے خلافت فتنہ میں دی اسی طرح بنگلور میں ایک ہزار روپیہ حبیب خاص سے عنایت فرمایا۔

۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لاٹل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں بابائے خلافت مولانا شوکت علیؒ اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ بڑا مدلل اور لولہ انگیز تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ ”مجھے خلافت سے ہمدی نہیں ہے، میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا اور خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمت اسلام کے لیے میدانِ عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں“ یہ سب کذب ہے، دروغ ہے اور افتراء ہے۔ اس افتراء کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں، میں نے حیدر آباد دکن، پشاور، بنگلور، کوہرہ و ضلع فیصل آباد اور کئی مقامات پر مجلس خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

لیجئے! وہ تاریخی خطبہ صدارت درج ذیل ہے، ملاحظہ فرمائیے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ مسنونہ عربی میں فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا :

”سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ سچے ہیں حبیب پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کا نام لینے والوں میں پیدا کیا۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کون سی چیز ہے جو بطور خود ایک نعمت ہے؟ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لاتعداد، ان گنت نعمتیں پیدا کی ہیں۔ لیکن سب سے افضل، سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمہ توحید ہے۔ اس کلمہ طیبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!

میں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلانی ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمت اسلام کے لئے

۱۰۱۹ ”قومی کارنامے“ ص ۴۱۰ سیرت امیر ملت ص ۴۱۰ اکابر تحریک پاکستان جلد اول

از محسن صدیق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۶۷ تا ۶۸۔

میدانِ عمل میں اترنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے، دروغ ہے، افترا ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدر آباد دکن، راولپنڈی، نوشہرہ پشاور، بنگلور، گوجرہ اور کئی مقامات پر مجلسِ خلافت کے اجلاس کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد صفدر صاحب نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے۔ غرض کے دن میں نے آغا صاحب سے کہا کہ آپ کل تک قیام کریں اگر کوئی مقدمہ زیرِ سماعت ہے جس کے لئے آپ نے ضروری سیال کوٹ جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زرِ محنتانہ میں ادا کروں گا۔ بلکہ کچھ اور بھی نذر کروں گا۔ لیکن آغا صاحب اطلاع دیتے بغیر علی پور سے چلے گئے۔ اخبار ”سیاست“ (روزنامہ ”سیاست“ لاہور) نے افترا پورے کی اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیاں دشمنوں کی کارگزاریاں ہیں۔ ناحق تہمت ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ میں سید ہوں، آلِ رسول ہوں جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا ذلیل و خوار ہوگا۔ مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ جسے خلافت سے ہمدردی نہیں اس میں ایمان

نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے، میں باایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریاتِ ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکمِ ربی ہے :

وَلَا تَأْتُوا مَالَكُمْ فَكِدْتُمْ رِبَاهُ ۖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ ۚ اٰیٰتِہٖ ۙ اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۙ  
خدا کے اس فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انہیں ظاہر کروں۔

میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے خاص تعلق نہیں۔ مجھے اُن کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہٴ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میرا بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کیلئے چندہ کی فہرست کھولی گئی، ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطانِ برصغیر السلطان عبدالحمید خاں غازی مرحوم و مغفور کے دستخطِ خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ رقوم اس

آغا محمد صفدر سیال کوٹ کے رہنے والے تھے۔ وکالت کا پیشہ رکھتے تھے۔ تحریکِ خلافت سیال کوٹ کے صدر سیکریٹری رہے۔ ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو وفات پائی۔ (قصوری)



کردہ کے لیے مجھے پانچ تمنے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے مکرم نواب قار الملک مرحوم اور نواب محمد اسماعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے پاؤں پکڑ لیے میں نے کہا :

گر بر سر و چشم من نشین نازت بکشم کہ ناز نبینی

انہوں نے مجھ سے استدعائے شمولیت کی، میں شامل ہو گیا۔ میں نے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ دیا اور اپنے یارانِ طریقت سے دلویا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ میں نے خدمتِ خلافت میں حصہ نہیں لیا۔ گویا کہ میں مسلمان نہیں۔ مجھ میں جذباتِ اسلامی نہیں۔ اس سے زیادہ کذب اور دروغ بانی کیا ہوگی۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خدمتِ خلافت کے لیے پیش کئے ہیں اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے۔ انشاء اللہ میں خود اور میرے یارانِ طریقت اسی طرح خدمتِ خلافت میں حصہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سمرنا کے مظلومین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے۔ بحمد اللہ میں مسلمان ہوں، باایمان ہوں، آلِ رسول ہوں، حقیقی سید ہوں، مجھے ترکوں سے محبت ہے، اپنے سلطانِ معظم سے عقیدت ہے۔ میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضور سلطانِ معظم اور خدمتِ اسلام کے لیے پیش کرنے کو تیار ہوں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

وَلَا تَجِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (پارہ : ۴ : آل عمران : ۱۳۹) || لیکن ایک شرط ہے کہ ہم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے۔

ہم مسلمان کہلا کر مسلمانوں کے سے نام رکھ کر ذلیل ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں ایمان نہیں رہا۔ تم پوچھو گے کہ ایمان کس چیز کو کہتے ہیں؟ ایمان محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا۔ جس قدر محبت کامل ہوگی۔ اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔ اس دعوے کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :





اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدا ہے پاک ہے۔ میرا مولیٰ ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ!! میرا رازق، میرا مالک خدا ہے برتر ہے۔ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت!! میں مسلمان ہوں، مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا۔ میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا چلنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا اور محض خدا کے لئے ہے۔ میں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لیے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی جب (سر) آغا خان، مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے لیے جلسے کرتے پھرتے تھے، تو انہوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا (سر) میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر (آف باغبانپورہ لاہور) جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے ہوئے ہیں تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے کہا کہ ”میں آج بہت خوش ہوں کہ مجھے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا۔“ میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا : ”یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی دشمن کا صدر ہوتا رہا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا۔ میں اپنا کھانا خراک بھٹاتا ہوں۔“

اس جلسے میں (سر) شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی ظفر علی خاں صاحب (ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور) اور خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے نوجوانوں نے کتنے کئے ہیں؟ ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متلفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا، اڈوائس صاحب لفٹیننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانہ عظام کے دستخط موجود ہیں، لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں۔ میں کبھی لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے! میں انشاء اللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں سید ہوں، آل رسول ہوں، باایمان ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت کاملہ سے یقین ہے کہ میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کی بنا پر انشاء اللہ سادات و بابرکات کی صف میں اٹھایا جاؤں گا۔

میں بیان کر رہا تھا کہ محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمال ایمان کا انحصار ہے۔

مسلمانوں! غور تو کرو تم مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوئے مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پلید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں، اپنے مسلمان بھائیوں کو چند پیسوں کے لیے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؛ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنائے، چہ جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اسے شہید کرے۔ اور اس کے ملک، اس کے خاندان، اس کے سنگ و ناموس کو اعلیٰ اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں، فساد کرتے ہیں، لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لیے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یہ مفت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شہداء اور وارثے جا رہے ہیں، ان پر جو ظلم توڑے گئے، ان کی داستانیں سن سن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو مکہ معظمہ سے واپس آیا ہے، مجھے بتایا کہ وہاں اجناس خوردنی اور اشیائے ضروری کی اس قدر گراں بازاری ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیراٹا، اس روپیہ سیرگی اور سات روپیہ سیرگوشت ملتا ہے۔ جیسا محال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ توف ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مر رہے ہیں۔ ہم مزے کی زندگی بسر کریں، لذیذ اور مرغین غذائیں کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھربار، جان و مال، سب کچھ لٹا دینے والوں کا حال سن لیا، وہ بھوکے ہیں، تنگے ہیں، ان کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، ان پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو، تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو، اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول باہمی محبت و اخوت ہے اسلام محبت کا سبق دیتا ہے ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان مادرزاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضای یک دیگرند  
کہ در آفرینش ز یک جوہرند  
چو عضوے بدرد آور و روزگار  
دگر عضو بار مانند فسترد



بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب  
 بھائیوں کو تکلیف پہنچے، ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ دکھ اٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا  
 کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی (علی برادران)  
 ہی رہ گئے ہیں جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں، جیل خانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان  
 مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں، تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
 کہ جس میں غیرت نہیں، اُس میں ایمان نہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف کیوں  
 برداشت کی؟ محض اس لئے کہ انہوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا تھا کہ ”تم مصر چھوڑ دو“ اور یہ  
 کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا۔ تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جرم ہے؟ ہر ایک مسلمان  
 بشرطیکہ وہ واقعی مسلمان ہو یہی کہے گا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ تو پھر محمد علی کا جرم کیسا ہے؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان المعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ تم ہندوستان میں  
 پیدا ہوئے، یہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں؟  
 کیا یہ بات اب تک راز ہے؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کے  
 دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور تمام مسلمان ان سے محبت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ جس شخص کو سلطان المعظم سے محبت نہیں، اُسے اسلام سے  
 تعلق نہیں۔ مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین سے دلی عقیدت اور محبت  
 ہو۔ سلطان المعظم ہماری روح ہیں، ہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سر ہیں۔ ہم ان کے بل پر  
 نازاں ہیں۔ وہ ہمارے لئے باعث افتخار ہیں، ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے  
 اور وہی اکیلا بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلطان المعظم خلیفۃ  
 المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان المعظم ہے اور سلطان المعظم کا ہم سے وہی تعلق ہے جو انگریزوں کا عیسائی  
 سلطنتوں سے ہے۔ انگریزوں! ذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرا دیا۔ تم نے بہت ملک  
 ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیئے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمہاری ہی  
 تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو بھول چکے ہیں تم ہی نے یاد کرایا۔ اس میں تم ہی  
 ہمارے استاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوجرانوالا میں تاز جمعہ کے بعد میں وعظ کر رہا تھا کہ ملک لا افلا  
 صاحب نے مجھ سے کہا، کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ میں نے اس وقت یہ لفظ کہے تھے کہ جس شخص کو خلافت

سے تعلق نہیں، اُسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں سلطان المعظم ہمارے لیے مایہ صہ ہزار بارز وافتی ہیں۔ ہماری عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔

میں آپ کو ایک پیش گوئی سناتا ہوں، آپ سن کر خوش ہوں گے۔ سلطنت عثمانیہ کا روشن کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا مجلس تھا، تنگ دست تھا، مسافروں کی خدمت کرنا اُس کا شعار تھا۔ جہان نوازی اُس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو نہ ہوتا تو جہان کی تواضع کرتا تھا۔ گاؤں والوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اُسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسے خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ عثمان بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میرے کہاں جاؤں؟ پیر صاحب نے کمال شفقت سے اُسے اپنے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا اس کے حوالے کر کے آپ اندر تشریف لے گئے۔

عثمان تم کا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ جس طرف اُس کے پاؤں تھے، اُسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اُس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا قرآن مجید کے نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہ ایزدی میں گر گڑا تا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا اور عرض کرتا تھا کہ ”میرے مولیٰ! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک رکھا ہے اور میں پاؤں پسارے پڑا رہا مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے۔“ رات بھر کھڑا رویا کیا۔ پچھلے پیر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا، عثمان! مبارک کہ آج رات قرآن شریف نے بارگاہ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گئی تیرے لیے حکم ہوا ہے کہ ”تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ“ عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت! گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دے دیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ ”غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ“ عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اُسے بارہ سوار ملے انہوں نے اُسے ایک گھوڑا دیا اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان



ان سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطاعت قبول کرو یا میدان میں اترو۔ اس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی عثمان کوچ کرتا جاتا تھا اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسائی تھا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی، تو اسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان، کمانڈران چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد زینہ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آل عثمان کو یاد ہے۔ سلطان عبدالحمید خاں غازی مرحوم و مغفور نے حکم دیا تھا کہ "ایام جنگ میں ان کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی۔" اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرہ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو جاکم اور تمام عملہ عدالت ادب و احترام کے لیے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محوہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ،

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

گہائے گوشہ نشینی تو حافظا محرومش

(حافظ شیرازی)

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاہ دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے اگر پہلے نہیں سنی جاتی تو اب سنی جائے گی۔

ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات

مقدسہ اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیئے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ "یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے، نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔"

اگر تشریں کانگریس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستان سے کہا کہ ”یہاں کوٹے جمع ہوئے تھے شور مچا کر چلے گئے ہمارا کیا لگے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر کانٹیں کانٹیں شور مچا کر چلتے بنے۔“ لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے، نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام کریں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیر دیا۔ مکھیاں چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے منہ، منہ اور انھما کو کاٹ کاٹ کر تمام جسم کو خراب و خستہ کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں ہماری آدازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کانٹیں کانٹیں نہیں ہے۔ ہماری یہ کانٹیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ عنقریب رنگ لائے گی۔ !!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دے دیں گے۔ میں کلیم توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمت اسلام خدمت خلافت کے لئے میری جان تک حاضر ہے مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں جس کا دل چاہے میدان عمل میں تجربہ کرے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر دھڑکنے سے روکا گیا تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمۃ الحق سناؤں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالم گیر (شہنشاہ اورنگ زیب) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کرنے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ ”جاؤ! عالمگیر سے کہہ دو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آگئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چل سکتا۔ اب ہمیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔“

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلان کروں گا کہ کلمۃ الحق کے فرائض بجالاؤں گا۔ کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سنانے سے روک سکے گا؟ کون ہے جو نام حق بلند کرنے میں مانع ہوگا میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے ساتھ ساتھ مسلمان میرے ساتھ ہیں مجھے کیا خطرہ ہے! میرے



مولیٰ، میرا خالق، میرا رزق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! حالی مرحوم فرماتے ہیں: ۷

کوہ و دریا جن کے ہوتے تھے نہ ہرگز سدا رہا وہ ارادے کیا ہوئے؛ اور وہ عزیمت کیا ہوئی

نیز فرماتے تھے ۷

ہم ہی ہیں اے آریہ ورت! ان سواروں کے سپوت جن کی جولاں گاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

میسور و نیل گری سے لے کر تمام ملک و کن کشمیر اور تبت تک کلکتہ سے افغانستان،

بلوچستان تک، ملک سندھ سے چین تک، ہندوستان کے شمال سے جنوب تک، مشرق سے مغرب

تک، تمام ملک میں میرے یارانِ طریقت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز نہ سمجھا جائے۔ یہ

ایک قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں

اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں جرم نہیں ہے لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے

جاتے ہیں۔ ۷

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے عباد کی ہے

مدتوں ہم نے وعدوں پر اعتبار کیا ۷

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے گراس پر بھی نہ وہ سمجھے تو پھر اس بُت سے خدا سمجھے

ہم نے لایڈ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومتِ برطانیہ

کو مجبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت کو تو برضا و رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے

اب اپنے مواعید کا یہ حشر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بد دل کر دیا ہے۔

حکومتِ والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو، ملک چھین لو، جان چھین لو لیکن

دل کو کون چھین سکتا ہے۔ ہم دل سے مخالفت کریں گے ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔

تم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔

ہم کہتے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہونگے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اظہال نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے

پیش نہ کروں لیکن آج بامرِ مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت

قریب ہے اور ہمارے عزیز بھائی شاکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جانا ہے۔

اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے جاننے والا ہے۔  
 عہدہ ایس دعا از من و از جملہ جہاں آئیں آباد! شہ

ناظرین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس عظیم الشان اور تاریخی خطبہ کے ایک ایک لفظ سے قومی درد، بالغ نظری، روشن ضمیری، اسلام سے قلبی وابستگی، انگریز دشمنی اور خدا ترسی کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ کے اس فصیح و بلیغ، پرجوش اور دروانگریز خطبہ نے عوام و خواص کے دلوں کو مسح کر لیا اور عوام خدمت خلافت کے لئے ایسے کمر بستہ ہوئے کہ ان کی آن میں ہزاروں کے خلافت نوٹ فروخت ہو گئے۔

مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) اپنے مخصوص مذہبی نظریات (روحانی نظریات) کی فوج سے ہر وقت آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے مگر دوسرے طرف خلافت کا نفرت لائل پور میں آپ کا خطبہ صدارت سن کر، آپ کی جرأت و بیباکی اور ملت اسلامیہ کے لئے آپ کی قربانیاں دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخبار روزنامہ "زمیندار" لاہور میں آپ کو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا :-

۳۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرأت ایمانی اور جوش اسلامی سے مسلمان عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، اپنے اپنے خطبہ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت محدث کے متعلق پھیلاتے تھے۔ اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مدیہ تحریک خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس کو میں یا رانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافت، خدا اور رسول



صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو مسلمان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریک خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور روپیلی مصلحتوں اور طواغیت باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جائیں گے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کا نفرنس عنقریب راولپنڈی میں منعقد ہونے والی ہے۔ اس کی صدارت بھی کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اگر انہوں (حضرت امیر ملت) نے قبول کی تو یقیناً مسلمانان پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔ (اس کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت نے فرمائی تھی۔ قصوری)۔

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرا دوگان حضرت حافظ حاجی بیاض علی شاہ علی پوریؒ کی تقلید کریں اور خلافت اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادی وطن کے تمام مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبہ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے۔

مولانا شوکت علی نے اس خطبہ کی پچیس ہزار کاپیاں انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ دوران تقریر جب مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ کوئی ہے جو راہ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟ تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت امیر ملت ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جاہ و جلال اور استقلال سے فرمایا تھا کہ:

روزنامہ زمیندار لاہور، ۱۹۲۱ء بحوالہ نیرت امیر ملت، ص ۴۱، سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۴۳ء ص ۱۹

”میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان سے فدا کرنے کو تیار ہوں“

مولانا شوکت علی نے آپ کے ایشار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے یاد کیا۔ آپ کی اس اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے کہا :-  
”واقعی آپ کو سنوسی ہند“ کا لقب زیب دیتا ہے۔“

تحریک خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں پر حکومت کے اخبار ”ہول اینڈ ملٹری گزٹ“ لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :-  
”حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ہے۔“

جن دنوں آپ حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ مرزا محمد اصغر بیگ المناط بڑا صغیر یا جیکو بیروں و دیگر ارکانِ خلافت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جلسہ خلافت کی صدارت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا حالانکہ اسی روز واپسی کا ٹکٹ خریدا جا چکا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت و استقلال اور غم و ہمت سے کام لیتے ہوئے صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں نامور لیڈروں نے شرکت کی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر جس انداز سے کی، اُس کی مثال ناپید ہے۔ آپ کی تحریک پر تیس ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ آپ نے دورانِ تقریر نہ تو ریاست حیدر آباد دکن کی مصلحت کا لحاظ فرمایا اور نہ انگریز کے خوف کا۔ آپ نے نہایت دلیری اور جرأت سے مسئلہ خلافت پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور انگریزوں کو اُن کی بے ٹہمدی اور وعدہ خلافی پر کھری کھری سنائیں۔  
گوجرہ ضلع لاکھ پور (حال ضلع فیصل آباد) میں خان بہادر سر سید محمدی شاہ ممبر لیجسلیو کو

شیخ سنوسی سید محمد بن علی، سنوسی تحریک اور سلسلہ سنوسیہ کے بانی، الجیریا کے معروف رہنما اور اپنے عہد کے مشہور مجاہد صوفی تھے۔ بڑا عظیم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا۔ سنوسی سادات سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ ان کے صاحبزادوں سید محمد المہدی مندو اور سید محمد الشریف سنوسی نے بھی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ انگریز دشمنی میں کمال حاصل کیا۔ چونکہ حضرت امیر ملت بھی ہندوستان میں سرفروشانہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ لہذا اُن کی نسبت سے حضرت کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ (قصوری)

”قومی کارنامے“ ص ۸۰، سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۴ — ”قومی کارنامے“ ص ۵۰،  
”سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۵ — ”قومی کارنامے“ ص ۵۰، سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۵



(ف ۱۹۲۷) سرکاری درباری آدمی تھے۔ اُن کا بڑا رعب اور دبہہ تھا۔ اُن کے خوف سے ارکانِ فلاح شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمن سیکرٹری خلافت کمیٹی لائل پور (حال فیصل آباد) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کر کے عہدیدار مقرر کیے۔ اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے دیکھا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کی نقل و حرکت پر پابندی لگانے کے غیبی غیب اور بھونڈے طریقے اختیار کئے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ سردان (صوبہ سرحد) کے دورہ پر تھے کہ اسٹنٹ کمشنر کے حکم سے ایس پی وغیرہ پولیس کی بھاری گارد لیکر آئے اور آپ کو اسٹنٹ کمشنر کے پاس لے گئے۔ اُس نے کہا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں لہذا ۲۳ گھنٹے کے اندر اندر صوبہ سرحد کی حدود سے نکل جائیں۔ ۱۹۲۲ء میں چیف کمشنر کوئٹہ نے خدماتِ تحریکِ خلافت کی بنا پر بلوچستان میں آپ کا داخلہ بند کر دیا۔ اسی طرح کشمیر میں بھی دو سال تک آپ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامیِ اسلام اور خادمِ خلافت ہیں۔

۵ - حریفوں نے جا جا کے ریپٹ لکھوائی ہے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

کالی کٹ علاقہ مالابار (انڈیا) کثرتِ آبادی کی وجہ سے میلوں کے طول و عرض میں پھیل ہوا ہے۔ آپ تحریکِ خلافت کے سلسلہ میں وہاں تشریف لے گئے۔ تو اہالیانِ شہر نے آپ کا فقید المثالے استقبال کرنے کے لئے کاروبار بند کر دیا۔ حکومت نے دفعہ ۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر بلا خوف و ہراس دس ہزار کے استقبالیہ ہجوم کو تین گھنٹے تک خطاب فرمایا اور بڑی فصاحت و بلاغت سے تحریکِ خلافت کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ آپ کی تقریر اردو میں تھی، ایک مالاباری ہندو بیرسٹر ترجمہ کر کے اپنے ہم وطن مالاباریوں کو سنا رہا تھا کہ حاضرین پوری طرح مستفید و مستفیض ہو سکیں۔ حکومت کو قانون شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

کالی کٹ سے آپ تلچری اور مالابار کے دوسرے مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی یہی ہوا کہ اہالیانِ شہر اپنے اپنے کاروبار چھوڑ کر آپ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور جلسے منعقد ہوئے جن میں ہزاروں لوگ بحق و حقوق شریک ہوتے تھے۔ آپ چونکہ مالاباری زبان سے ناواقف تھے لہذا اردو میں تقریر فرماتے

تھے اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا مسئلہ خلافت کی اہمیت اور اعانت کے ساتھ حکومت انگلشیہ پر ملامت اور بدعہدیوں پر انگریزوں کی مذمت ان تقریروں کا ماحصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اعانت و حفاظت آپ کے ساتھ تھی کسی جگہ بھی حکام کو جرأت نہ ہوئی کہ قانون شکنی کے الزام میں دست درازی کر سکیں۔

بالا بار سے آپ ترلوہر تشریف لے گئے جو کہ نیلگرھی کے دامن میں اور لبابین کے قریب واقع ہے۔ یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کر کے آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام اس نے یہاں بھی جلسہ سے قبل دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ آپ تشریف لائے تو دفعہ ۱۴۴ کی پرواہ کئے بغیر جلسے کی صدارت کی اور کئی گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ یہاں بھی ایک وکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے آپ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

کوہ مطور (علاقہ مدراس) کی خلافت کمیٹی کے ارکان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجلاس کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی مگر آپ نے بالکل پرواہ نہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے۔ آپ صدارت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرماتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومت وقت کو واشگاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

اسی طرح لبابین زیر کوہ نیلگرھی میں ہزاروں کے مجمع میں آپ نے خلافت کے متعلق ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ علاوہ ازیں تاراپورم، پلنگم پرنگم واقعہ علاقہ لبابین میں بھی خلافت سے متعلق معرکہ آرا تقاریر ہوئیں جن سے ان مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہو گئے۔ علاقہ کورگ سیرکرا راج چندر متی بلکنڈ جو میسور سے اتنی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے۔ حضرت امیر ملت کی ہی ذات گرامی ہے جو ایسے دور و دراز مقامات پر خلافت کی حمایت اور خدمت کے لئے تشریف لے گئے اور جلسے منعقد کر کے ان شہروں سے چندہ فراہم کر دیا اور مقامی سیکرٹری کی معرفت بمبئی پہنچاتے رہے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اکناف و اطراف ملک کے اتنے دورے کئے کہ عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور آپ نے



اپنے صدارتی خطبوں میں مسئلہ خلافت کی اہمیت واضح کی۔ سیٹھ محمد صاحب سیکرٹری خلافت کمیٹی میسرے کے ذریعے بہت سا چنڈہ بھی مرکزی خلافت کمیٹی آفس کو روانہ فرمایا۔ سیٹھ علی محمد، سیٹھ نذر محمد صاحب آف بنگلور نے آپ کے ارشاد پر ان جلسوں کے انتظام و انصرام میں گہری دلچسپی لی۔ جب آپ بنگلور میں جلوہ افروز تھے تو اس وقت مولانا محمد قاضی آبادی (ف ۱۹۳۰ء) خلافت کمیٹی کے لئے چنڈہ اکٹھا کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جیب خاص سے ان کو خلافت فنڈ میں ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا اور یارانِ طریقت کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً چنڈہ کا حکم دیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں روپیہ کا چنڈہ ہو گیا۔ ۱۵

راولپنڈی (۱۹۲۱ء) میں پنجاب خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کی صدارت کے لئے بھی آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقاء جلسے میں شرکت فرمائی اور حسب سابق یہاں بھی مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور انگریزی حکومت کو اس کے وعدے یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر قرار واقعی سلامت فرمائی۔ آپ نے حسب پہلے اس جلسہ میں اپنی جیب خاص سے گرانقدر عطیہ دیا اور پھر آپ کی پیروی میں ذرا سی دیر میں بہت بڑی رقم جمع ہو گئی۔ ۱۶

تحریک خلافت میں آپ کے مریدین نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین دیکل (ف ۱۹۵۲ء) کو ہاٹ میں بابو عبدالغفر (ف ۱۹۵۰ء) نے جان کی بازی لگا کر تحریک کو پروان چڑھایا۔ آپ کے خلفاء میں سے پیر سعید شاہ کوہاٹ (ف ۱۹۵۰ء) حافظ علی احمد جان پشاور (ف ۱۹۵۰ء) مولانا غلام احمد اٹک (ف ۱۹۲۰ء) ماسٹر محمد کرم الہی ایڈووکیٹ سیال کوٹی (ف ۱۹۵۹ء) مولانا نور الحسن سیال کوٹی (ف ۱۹۵۵ء) پیر ولایت شاہ گجراتی (ف ۱۹۶۰ء) وغیرہم نے بھی دیوانہ وار حقہ لیکر تحریک خلافت کے لیے بے پناہ کام کیا۔ ۱۷

آپ کے فرزند اکبر پیر سید حافظ محمد حسین شاہ (ف ۱۹۶۱ء) نے آپ کے شانہ بشانہ کام کر کے تحریک خلافت کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ پورے برصغیر میں تحریک خلافت کے اکثر عہدیداران آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے سیکرٹری محمد زکریا، اہم اراکین محمد علی اسماعیل سلیمانی وغیرہم بھی آپ کے غلاموں میں سے تھے۔ غرض آپ نے اپنی جیب خاص سے اور آپ کے مریدین نے لاکھوں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

۱۵ "قومی کارنامے" ص ۱۰۹، "سیرت امیر ملت" ص ۳۱۸، ۳۱۹

۱۶ "سیرت امیر ملت" ص ۳۱۸

۱۷ "سیرت امیر ملت اور ان کے خلفاء" مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۳ء

سیال کوٹ میں خلافت کا عظیم الشان جلسہ ہوا تو صدارت کے لیے آپ کے حضور درخواست کی گئی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں فصاحت و بلاغت، دلائل و براہین اور حق و صدارت کا ایسا پھریرا بلند کیا کہ حاضرین عیش عیش کرا گئے۔ آپ نے مسئلہ خلافت کو عوام و خواص کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ آپ کے اس عظیم الشان صدارتی خطبے کے بعد آغا محمد صفدر صدر خلافت کمیٹی سیال کوٹ دف ۱۹۳۵ء نے کھڑے ہو کر کہا :-

”ابے تکے خلافت کی خدمتے محض تقریریں سے ہوتی تھی۔ آج حضور شاہ صاحب نے اس جلسہ کی صدارتے فرمائی ہے۔ ابے انشاء اللہ تعالیٰ ہماری خدماتے کامیابے ہو جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحبے قبلہ نے اس جلسہ کی صدارتے فرما کر حق بحق دارر سید کا ثبوتے دیا ہے۔“

تحریک خلافت کے دور میں ہی ایک سیر سمرقانی ولی محمد پشاور دف ۱۹۵۹ء نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اسلام کی بھی کچھ خدمت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

”بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمتے نہیں ہوتی ہے، اس روز کا کھانا میرے اپنے اوپر حلالے نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔“

تحریک خلافت میں اگرچہ آپ نے تن من و دھن کی بازی لگادی مگر یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آپ نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ دراصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف اپنی مطلب برآری کے لیے ظاہری طور پر ہمدرد اور یہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کبیر نفس اور خبیث باطن پر تھی۔ اس لئے آپ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ”یہ ہمارے دشمن ہیں، ان سے بچو۔“ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور کے موقع پر جب مولانا شوکت علیؒ نے دوران تقریر کہا کہ ”ہندوستان کے تمام ہندو بھی ہمارے ساتھ ہیں۔“ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ”یہ شوکت علی کہتے ہیں، میں نہیں کہتا کیونکہ ہندو کبھی بھی ہمارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔“



علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بے نقاب کیا ہے ۔۔۔  
 نگہ دارد برہمن کار خود را      نمی گوید بہ کس اسرار خود را  
 بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر      بدوش خود برد ز تبار خود را  
 چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا،  
 اور کہاں در پردہ ہندو زعماء شہمی اور سنگھٹن کے لیے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اٹھا اور  
 لاوا پھٹا تو سب کو نظر آ گیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور مدد اہنت کی روش پر گامزن تھے۔ اندری  
 حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا، اس میں آپ کبھی شرکت نہ فرماتے۔  
 آپ کے خلیفہ عظیم حضرت مولانا حامد حسن قادریؒ (ف ۱۹۶۴ء) مصنف ”داستان اردو“  
 نے کیا خوب کہا ہے ۔۔۔

جس نے بن کر مجاہد اسلام      اہل اسلام کی قیادت کی  
 جس سے سعی و عمل کے میدان ہیں      دین سے حد ملی سیاست کی

## امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کی ابتداء میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور قتل کرنے کے لیے شدید تحریک کا آغاز کیا اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر اپنی مکروہ و مذموم سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسی درسگاہیں اور ٹریننگ سنٹر کھولنے شروع کر دیے جس میں نو عمر ہندوؤں کو اسلام کے خلاف نفرت کا درس دیا جانے لگا۔ اور فتنہ حربے آگاہ کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے جتہ و دستار پوش حضرات کے ایک گروپ کو طمع و لالچ دیکر اپنی لنگونی کا ایسر بنالیا اور یہ لوگ سوانہ عظیم اہلسنت و جماعت کو کفر و شرک کے فتوؤں سے نوازنے لگے۔

ہندوؤں نے جب محسوس کیا کہ انہوں نے اپنی جڑیں کسی حد تک مضبوط کر لی ہیں اور جتہ و دستار پوش حضرات جن کی زبانوں سے قال اللہ، قال الرسول کی صدا میں بلند ہوتی تھیں لیکن دل رام رام اور واہگرو کرتے تھے، اُن کے ساتھ ہیں۔ تو انہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر خالص ہندو ازم کا معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

ہندوؤں کے اس ناپاک منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے علماء و مشائخ و علماء دارمیدان میں کودے اور اس خبیث اور شیطانی اسکیم کو ملیا میٹ کر دیا۔ سنو سی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۵۲ء) مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء) تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی (ف ۱۹۹۶ء) مولانا نثار احمد کانپوری (ف ۱۹۳۱ء) مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری (ف ۱۹۳۲ء) حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالوی (ف ۱۹۵۲ء) قدس سرہ ارحم اور اُن کے متعینین نے اس سلسلے میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے۔ ان حضرات نے مختلف طریقوں سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے



آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی قائم کردہ انجمن قدام الصوفیہ ہند نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا وہ عظیم النظیر ہے۔ آپ نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے طوفانی دورے کئے، سینکڑوں مبلغ میدان ارتداد میں بھیجے، کئی مدرسے قائم کئے اور اپنی جیب خاص سے بے شمار روپیہ صرف کر کے اسلام اور قوم کی لاج رکھ لی۔ اس سلسلہ میں اگرہ میں آپ کا ہیڈ کوارٹر عرصہ دراز تک رہا۔

لیکن ہندو اپنی سرشت سے مجبور ہو کر آسے دن نت نئی سیکمیں بناتا رہا۔ تاکہ برصغیر سے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ ان حالات میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین احمد مراد آبادی اف ۱۹۲۸ء نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اگر ہم نے منظم ہو کر جدوجہد نہ کی تو چند سال بعد ہندوؤں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے برصغیر کے ہر ایک سنی عالم کو جھنجھوڑا اور مہیب خطرات سے آگاہ کیا کہ اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی تو پھر جو انجام ہونا ہے اُس کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ملک کے تمام اعظم و اکابر اہلسنت علماء و مشائخ کو مراد آباد مدعو کیا تاکہ سر جوڑ کر اس مسئلے کا حل تلاش کیا جاسکے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ جو خود بڑی متحرک اور حساس طبیعت کے مالک تھے اور سواد اعظم کی فعال تنظیم کے لئے عرصہ سے بے چین تھے، انہوں نے سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور اپنی تمام تر کوششیں اس سلسلے میں صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ کی تائید و حمایت اور زیر سرپرستی ۱۸، ۱۹، ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (انڈیا) میں پہلی آل انڈیا سنی کانفرنس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کو کامیاب و کامران بنانے کے لئے برصغیر کے کونے کونے سے حضرات علماء و مشائخ کرام، مراد آباد جلوہ افروز ہوئے اور بڑے غور و خوض کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی اور اتفاق رائے سے حضرت امیر ملت کو صدر اور حضرت صدر الافاضل مراد آبادی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اس کانفرنس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی، وہ حضرات جن کے سلسلے ہندوستان کا

۱۔ "حیات الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی طبع دوم، لاہور ص ۵-۱۲۹۔ محدث علی پوری کے کاتبانہ  
از مولانا عبد المجید قصوری مطبوعہ اگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۱۵۔ ہفت روزہ "افق" کراچی۔ "کل پاکستان سنی کانفرنس"  
نمبر ۱۹۴۸ء۔ بابت ۱۲ اکتوبر تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء ص ۱۸۔

مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے جلسے دیکھے ہیں، جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس قدر نظم، باقاعدہ اور پر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

اس کانفرنس کی سب سے پہلی چیز جو ہر کسی کو متاثر کرتی تھی، وہ رضا کاروں کی جمعیت تھی جن کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ لوگ باقاعدہ دریاں پہنے ہوئے نہایت صبر و سکوت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ کانفرنس کی تاریخوں میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں ملتی جس میں کاروں کی راحت کا انتظام ہو۔ اسٹیشن پر گاڑی کے وقت ان کی کافی جمعیت کا پہنچنا ضروری تھا۔ ہر خیمہ پر دو رضا کار متعین تھے جو رات دن ہمان نوازی کا فرض ادنیٰ درجے کے خادموں کی طرح ادا کرتے تھے اور رات بھر ہر خیمہ کی نگرانی دو رضا کاروں کے سپرد تھی۔ رضا کاروں کے انتخاب لاجواب میں غالباً اس بات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ وہ پست آواز ہوں اور معمولی اشاروں سے وہ زیادہ کام لے سکتے ہوں۔ چنانچہ سینکڑوں کی جماعت موجود تھی اور ہر کام باقاعدہ جاری تھا، مگر خیمہ کے اندر بیٹھنے والا بھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس میدان میں اس خیمہ کے سوا بھی کوئی آبادی ہے۔ بعض حضرات بلیا ختم کہہ لٹے تھے کہ اس ملک کو تو انتظام کو کیا کہا جاسکتا ہے کہ چار دن تک کانفرنس کے ارد گرد کی زمین پر نہ گنا نظر آیا اور نہ کوئی پرندہ۔ خیمہ سے باہر نکلو تو ایک میدان ہے لیکن اس قدر ساکت کہ گویا ہر ایک مراقب ہے اور اگلے فرض میں مشغول ہے۔ کیا اس پر تعجب نہیں کیا جائے گا کہ جس باورچی خانہ میں دو وقت ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکاتا ہو، اس سے دیگ کے ٹھوکنے کی صدا بھی نہیں نکلتی اور نہ زمین پر کچھ نظر آتا ہے۔ یہ رضا کار، ہمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے وہ لوگ تھے جن میں بعض فارغ التحصیل علماء اور بعض درجہ تکمیل کے طلباء اور بعض روٹے شہر کے نو نہال فرزند وغیرہ۔ یہ انہی رضا کاروں کا کام تھا کہ بغیر کسی شور و غل کے بیک وقت ہر خیمہ میں روزانہ تین وقت کھانا پہنچا دیتے تھے اور بیک وقت ہمان کھانے پینے سے فارغ ہوتے تھے۔

کانفرنس میں دوسرا نظارہ ہمانوں کا تھا۔ جن میں چھ سو کے قریب صرف علماء کرام و اعلیٰ ان اسلام و مفتیان ذی الاحترام کا اجتماع تھا اور سندھ سے لیکر ہند کے تمام صوبوں کے مقتدر حضرات تشریف لائے تھے۔ بریلی، علی رامپور، مراد آباد، علی پور سیدیاں اور کچھ چھ تشریف وغیرہ جیسے مرکزی علمی و روحانی مقامات کے اکابر سب موجود تھے، جن کی زیارت سے ہر شخص مشرف ہو رہا تھا اور انہی خانوں میں ایک مبارک ہستی ایسی تھی جس کی نیاز مندی و غلامی پر لاکھوں مسلمانوں کو ناز ہے اور جن کی شرکت نے



کانفرنس کو غیبی تائید سے موید کر دیا تھا۔ میرا اشارہ سنوئی ہند امیر ملت حضرت بابرکت قدسی  
نزلت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی طرف ہے۔ حضرت امیر ملت  
کی موجودگی نے کانفرنس کے مقاصد کو جو نفع پہنچایا وہ تو پہنچایا لیکن سب سے روشن برکت کا مظاہرہ  
روزانہ اس امر کا ہوتا تھا کہ بے شمار لوگ حضرت سے شرف بیعت حاصل کرتے تھے اور کئی  
حضرات نے خلافت و اجازت کی دولت لازوال بھی حاصل کی۔ غرض یہی ایک کانفرنس تھی جس  
میں اہل سنت و جماعت کے اکابر علماء و مشائخ اس تعداد میں موجود تھے جس کی کوئی مثال ماضی میں  
نہیں ملتی۔

کانفرنس گاہ کا شمالی حصہ خیموں سے آباد تھا اور جنوبی حصہ کانفرنس کے اجلاس کے  
لیے مخصوص تھا اور مغربی جانب سڑک تھی جس کے کنارے باورچی خانہ، انکوائری آفس، سٹی کانفرنس  
پوسٹ آفس اور دیگر دفاتر کا سلسلہ تھا۔ اس کے بعد دورویہ کھانے اور چائے وغیرہ کی باقاعدہ  
دکانیں تھیں۔ اجلاس کا جو پنڈال تھا اس میں چالیس پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی اور عورتوں کے  
لیئے پردہ کا کافی انتظام تھا۔ علمائے کرام کی نشست کے لیے ممتاز جگہ بنائی گئی تھی اور وہ اس قدر  
وسیع و عریض کہ اس پر چھ سات سو حضرات آرام تشریف فرما ہو سکیں۔ حضرات علمائے کرام کی  
نشست اس قدر تھی کہ اکثر بڑے جلسوں میں جو تمام حاضرین جلسہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اور  
بعونہ تعالیٰ وہ تمام جگہ بالکل پُر رہتی تھی اور حاضرین سے پنڈال بھرا ہوا نظر آتا تھا اور کہا جاتا ہے  
کہ عورتوں کا شمار کئی ہزار تک پہنچتا ہے۔

پہلے دن بعد نماز عشاء افتتاحی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا۔ چنانچہ لوگ بڑے ذوق و  
شوق کے ساتھ بہت پہلے سے ہی جمع ہونے لگے تاکہ علمائے کرام کے نزدیک جگہ باسانی پاسکیں  
اور بعد نماز عشاء سارا پنڈال حاضرین پر تنگ ہو گیا۔ تمام ڈیلیگیٹ اور حضرات علمائے کرام مقام  
جلسہ میں تشریف لے آئے۔ اجلاس کی کاروائی تلاوت قرآن پاک و حمد و نعت سے شروع ہوئی  
پھر حضرت امیر ملت قدس سرہ، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے ارشاد کے مطابق اس اجلاس کی  
جن خوش نصیب لوگوں کو آل پاکستان سنی کانفرنس ملتان ۱۹۷۸ء اور کل پاکستان میلاد مصطفیٰ  
کانفرنس رائیونڈ ۱۹۷۹ء میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں روحانی، نوری اور ملکوتی اجتماعات  
کے حسین مناظر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان اجتماعات کو مد نظر رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۵ء میں نفوس قدسیہ  
کا یہ عظیم النظار اجتماع کیسا ہوگا؟ (قصوری)

صدارت حضرت پیر سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی (دف ۱۹۳۶ء) نے فرمائی اور حضرت مولانا محمد الہ شاہ حامد رضا خاں بریلوی (دف ۱۹۴۲ء) نے خطبہ استقبالیہ شروع کیا جو اس اجلاس کے آخر تک ختم ہوا اس کے بعد روزانہ ۱۹ مارچ تک دو وقتہ شاندار اجلاس ہوتے رہے جن میں حضرت

امیر مملکت (دف ۱۹۵۱ء) حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی (دف ۲۵-۱۹۲۴ء) پروفیسر مولانا سید سلیمان

اشرف بہاری (دف ۱۹۳۹ء) مولانا معوان حسین رامپوری (دف ۱۹۳۳ء) مولانا محمد یعقوب حسین اعجاز

بلاپوری (دف ۱۹۰۰ء) مولانا عبد المجید آنولوی (دف ۱۹۴۳ء) مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی آنولوی (دف ۱۹۵۸ء)

مولانا محمد حسین اجمیری (دف ۱۹۰۰ء) مولانا محمد یسین عباسی چڑیاکوٹی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری اشرف

(دف ۱۹۳۲ء) مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (دف ۱۹۳۸ء) دیگر بہت سے بزرگوں نے اپنے ارشاد

عالیہ سے حاضرین کو مستفیض و مستفید فرمایا۔ ان تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر مملکت فرماتے رہے۔

آخری اجلاس کی صدارت بھی حضرت امیر مملکت قدس سرہ نے فرمائی۔ اس موقع پر آپ

جوفی البدیہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار رہے۔ لفظ لفظ سے عشق و محبت

صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں مذہب اسلام کی حقانیت، حالات حاضرہ

فتنہ ارتداد، اتفاق و اتحاد، اصلاح معاشرہ، دنیاوی تعلیم، رسوم بد، اخوت و یگانگت اور سنی

کافر نس کے اغراض و مقاصد کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس خطبہ نے تاریخ کا دھارا بدل دیا

یہ خطبہ جوش و خروش، فصاحت و بلاغت اور تعمیر و فکر کے لحاظ سے عظیم النظیر تھا۔

لیجئے یہ نادر خطبہ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے قلب و فکر کو گرا بیٹھے :

خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان

رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے

ہم اسی کی صدارت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں

اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لائے

ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے

ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے

برے اعمال سے، پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ  
وَنَسْتَغْفِرُهُ وَتَوْكَلُ عَلَيْهِ  
وَنَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَرِّ  
الْفُتُنِ وَمِنْ شَرِّ نَفْسَاتِ  
أَعْمَالِنَا۔ آمین



فَلَا مُفِيلَ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَهَادِي كَلِّهِ  
وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ  
لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا  
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ •

اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لیے  
وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لیے کوئی ہدایت والا  
نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور  
ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں •

اما بعد خالق ارض و سما مالک ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی  
عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورہ ۱۷) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی •  
فلقت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق  
کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو  
اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لا تعداد درود و سلام بروح پر فتوح طاہر مظہر منور مقدس سرور کائنات منفر  
موجودات شفیع المذنبین رحمۃ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ  
وسلم دائمًا ابدًا کثیر اکثر ایشا جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نور ایمان نصیب ہوا۔  
انسان پر خداوند عظیم الاحسان کے اس قدر انعام واحسان ہیں کہ ان کا شکر  
بجالانا تو درکنار اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا •  
وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ  
لَا تُحْصَوْهَا (سورہ نحل ۱۸۱) اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار  
نہیں کر سکتے •

نقص مرتکب اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے •  
فضل خدائے را کہ تواند شمار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد  
یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و  
بے نظیر ہیں مگر سب اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ  
اپنے محبوب رحمۃ العالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق  
سے ہمیں متمیز فرما کر یحییٰ بکم اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے  
ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان عاجز انسان مولا کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے  
قابل نہیں ہے مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ہر سرسبز روز بان بہن

کہ اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام بیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی۔ اور اس خدمت کو اپنے لیے باعثِ نخر سمجھا اور جو کام کیا غالباً وجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوق خدا کی خدمت اُن کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوندِ عالم کی خوشنودی کے لیے کی۔ کیونکہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس مالکِ خالق ہر دوسرا کلیہ شکر ہے کہ اُس نے فقیر کو اپنے کمالِ لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثانِ حضرت سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس مجلس میں اس خدمتِ جلیلہ کے لیے سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوندِ کریم نے اس فقیر کو عطا کی اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ظہر شکرِ نعمت ہائے تو چنناں کہ نعمت ہائے تو

اراکینِ آلِ انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لیے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم من لفرشکوا للناس لفرشکوا اللہ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جہاں خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لیے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام! حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو

خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (سورہ آل عمران: ۱۹) ॥ ”دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“

کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوندِ کریم کے فرمانِ عالی شان:

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ مائدہ: ۳) ॥ ”اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔“

سے ظاہر ہے۔ یہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی:

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا ۖ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: ۸۵) ॥ ”اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے

اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔“



آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خلافتِ پیمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوندِ عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیہ شریفہ :

إِنَّا خَلَقْنَا لَكَ ذِكْرًا ۖ فَاسْمَعْهُ لَعَلَّكَ تَرْجُو ۖ وَنَحْنُ نَرْجُو لَكَ كَمَالًا ۚ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ كَاشِحًا ۖ لِحَافِطُونَ (سورہ حجر : ۱۹) ۥ

اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے :

فَلْإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۙ يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران : ۳۱) ۥ

سمحان اللہ ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہل بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کیلئے قرآن پاک میں حکم ہے :

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ الْبَيْتِ ۚ بَاقُوا هُمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَذِكْرُ الْكَافِرِينَ (سورہ صف : ۸) ۥ

”ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافر بُرا مانیں۔“

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خدہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرات ! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندین اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوندِ عالم

کے محبوب کا مقول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تاقیامت قائم رہے گا زمانہ

گذشتہ میں بے شمار مصائب اہل اسلام پر آئے۔ مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور

اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے

بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموچہ ہوتی ہے۔

ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوئی کہ دوسری آدباقی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانہ ہر طرح سے ہدف

ہاؤکے صاحب فالام اور نشانہ تیر رنج و بلا سے ہوتے ہیں۔

حضرات! حالات زمانہ حاضر کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سوائے تفصیل اوقات کے اور کچھ ہو گا۔ مگر فقیر مجملہ چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

### حقانیت اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے بڑا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے بلکہ حقیقت یہ بات یہ ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہوتے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہزار آدمی کھڑے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں کاپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ سولہ ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب کاپڑے کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیاں خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کاپڑے کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام کا ہے کیونکہ جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

① فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہال رائڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سرشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا۔ پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہال رائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سوشلزم ہیں جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہیں۔ یہ صدرائے ممبران پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے ایک قانون بناتے ہیں مگر اس قانون کو جاری ہونے سے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ اس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ



کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا مگر تمہارے  
 غیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امتی محض تھے، عرب کے رگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا  
 جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی بلکہ وہ ہر زمانے کے  
 لیے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون، خدائی قانون ہے اور  
 وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی ایسکپ، فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ "میں نے  
 دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا  
 ہے تو مسلمانوں کا ہے۔" فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں۔" اُس نے دریافت  
 کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح؟" فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے  
 یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو  
 دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی۔" میم صاحب نے  
 کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرا صاحب کیا کرے گا؟" فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر  
 میں جائے گا، تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی۔" نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے  
 پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا۔" اُس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں۔"  
 فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے  
 ایسی ہی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی اور تمام ارکان اسلام کی پابند  
 اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اُس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو  
 دو سال تک آریہ لوگ درغلالتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ  
 مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لاکھوں روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس  
 بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحب نے کہے  
 تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقہ ذکر میں بٹھایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں  
 داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بنچود ہوا کہ تین گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان  
 بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا  
 کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اسی وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔" بھلا

وہ کیسے اُس وقت اُس کو ہوش میں لاسکتا تھا۔ یہ وہ نشہ نہیں جسے شرابی اتار دے۔

سیّد صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ ”نہایت افسوس کی بات ہے کہ دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو مگر خدا کے نام پر تاثیر کو نہیں مانتے۔“ وہ سخت شرمندہ ہوا۔  
 (۲) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجد دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے پیار کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت سر کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں۔ اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۳) اور سیّد، انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیئے۔ ایک مولوی صاحب نے اُس سے دریافت کیا تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف میں ہوں سب حاصل کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا ”تو دیوانہ ہے یہ قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا دلاکھوں قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو تو بچہ قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔“ کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہونے کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو رکوع پانچ سو چالیس سورتیں سو چودہ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی اور مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سن سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔  
 (۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دوزبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی



انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھایا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھایا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان خصوصاً بھارت ویش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے۔ جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہندو کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

۷) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں مگر مشتے نمونہ از خروار سے، فقیر دو تین آپ کے روبرو پیش کرتا ہے۔

۱۔ تین سے تین تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا اور وہ ایسی کند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔  
۲۔ کسی شخص کو اگر باؤ لے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا لگا تھا اس رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤ لے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

۳۔ تین ماہ کا عرصہ ہوا، فقیر ریاست رامپور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میری عورت کو سات دن سے دروزہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دانیال عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرنے ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لا علاج بتا دیا ہے۔ فقیر نے اپنے پاس سے تین کچھریں لے کر ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بابا جی فقیر محمد خوپڑی) کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے

کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارک باد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا محض کلام الہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورت پڑھ کر دم کر دے گا، وہ مفقود الخیر بچہ اگر خدا سے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صد ہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

**حالات حاضرہ** ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت جرین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے، آگیرا کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفہ اسلام یورپی دُول کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کھاری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک ایک شور برپا ہو گیا کہ دُولِ یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا چونکہ خلافت اہل اسلام کا ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھو کھارو پیر اس مقصد کیلئے فراہم کیا گیا سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں، لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ زاری، الحاح و تضرع سے بارگاہ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرت مولا کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُولِ یورپ کے بچوں سے پہلے تو خلیفہ اسلام اور مقامِ خدا کے رہا کرنے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا، اور دوسری طرف کے کان احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفہ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اب بابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہی ترکوں کے آباء و اجداد نے جب خلافتِ عباس کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انہوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو جین جین قتل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا! ترک، دو صوفیائے کرام خواجہ محمد علیہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد در بندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی، رحمۃ اللعالمین کی شان میں جلوہ گر ہوئے۔



اس لیے اُن کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحوّر کیا کہ اُن کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نور خداوندی کو بجھانے کے لیے جا رہے تھے، مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجر تسلیم ہو گئے اور اسلام کی وہ وہ خدایات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حقہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادمِ خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

**فتنہ ارتداد**  
ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہل ہند کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی، جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستارِ ان توحید اور غلامانِ اسلام کو جادہ حق سے منحرف کر کے اُن کو شُدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشا اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کہ ز آسماں آید گر چہ بردگی سے قضا باشد

برز میں نار سیدہ می پُرسد فانیہ انوری کجا باشد

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گورنمنٹ کل کانگری نے جوڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، اگر وہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکائوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لیے بہت سے پرچارک مقرر کیے۔ روپیہ کالاج اور ڈرائسز دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکائوں کو ہندو بنانے کے لیے لکھو کھا روپے جمع کئے گئے۔ جس میں اہل ہند کے تمام طبقوں نے راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے حصہ لیا۔

جو دکھ غریب مسلمان ملکائوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے

کی کوشش کی گئی۔ کسی پر ناجائز دباؤ اور زبردستی ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل درواہل اسلام نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنہ ارتداد کے سد باب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شہمی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکالوں کو غیر مذہب والوں کی چالاک اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرسے متحرک گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا اور جو کام کر دکھایا، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور صفحہ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دھند و مدارس علاقہ کشمیر میں، دودھ علاقہ جموں میں، دودھ و علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۳۴ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایڑہ، پلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرید آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادام تھے مگر حضرات اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لیے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر حکم :

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَبَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ظَنُورًا ۝ (۸۱) || (اسے محبوب) فرمادیتے کہ حق آیا اور باطل ختم ہوا۔

(ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا میں دیانند کو

آریہ مت کا بانی تھا، سو سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہندو کے لیڈر جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو ملانے اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہی کے لیے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمینیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لیے لکھنؤ کا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے



معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلقہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جاوہ مستقیم سے پھسل کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ اور کیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لیے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری ذری واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقائق اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار "تعلیم" امرتسر اور اخبار "زمیندار" لاہور اور ان سے قبل اخبار "ملاپ" میں ایک طویل مضمون لالہ ہر دیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر دیاں نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ائم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پیٹنے لے رہا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :

"اہل ہندو کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز دشمن سے ہندو بنا کر اہل ہندو کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سورا جیہ حاصل کر لو اور بارت و دشمن کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شہدہ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم نہیں کر سکتے تو پہلے سورا جیہ حاصل کر لو۔ یہ سورا جیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد دکن کا سامنہ ہو بلکہ کامل ڈاؤ اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و شتم کی تحریف اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یا للجب! بڑی دُور کی سوچی حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلا وطن اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنایا جائے۔ اور ہر ناماقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مال و انجائے کل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تنگ و دو میں وہ س قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پرواہ نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھروسے۔ ان کو فکر فردا لگا دے۔ ان کو دینی دنیاوی

ضرورتوں سے آگاہ کر دے اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خاں صاحب نے تو فقیر نے اُن سے کہا کہ لاہور میں جمعیتہ العلماء ہند نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنیاد پر ہندوؤں کو بکبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانان اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ اُن سے ہمدردی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب کو راہ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈران ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزوا پاس نہیں کرتے؟

اہل ہندو کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ ایک کام کرنے کے لیے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمان پہلے دست ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار، بندوق کا نشانہ بناتے ہیں اور چونکہ ان کا نظام و انتظام نہایت مستحکم ہے، اس لیے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر اُن کا چالان کر کے سزائیں دلاتے ہیں۔ اہل ہندو صاحبِ اُن کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں اُن کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے بلکہ غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی و محنت سے محروم بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہان پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شاہد ہیں مگر مسلمان ہیں کہ اُن کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بڑے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہندو کی لغزشوں کو کاٹ دیا۔ اُن کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار و بیچہ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ تمام مسلمانان ہند نے محض اہل ہندو کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گاسے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور اُن کو راہ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سزائیں کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پیٹتے اور مقتول ہوتے ہیں لیکن اگر کہیں ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈران قوم اُن سے مصالحت و مفاہمت کر لیں



کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ لی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہندو نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے، حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلادیا۔ وہی کشتہ خلیع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہندو کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا  
ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔  
چرخ را کہ ایزد بر سر دزد کے کوفت ز نذر لیش بسوزد  
اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گزشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل کریں۔ یمن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنگ کھائے، نیش زنی کرے۔

ہر چہ شد از مردم از دے بود عودم || میں نے جس قدر آزمایا اس سے کوئی نفع (فائدہ) نہ ہوا  
من جبرجے الجبرجے خلعت لہ اندامہ || جس تلخ تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا۔  
اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ملنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری ساہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ اُن سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔ بمصدق

بایداں بد باش و بانیکاں نکو جائے گل گل باش و جائے خار خار  
نکوئی بایداں کردن چنانست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں  
ہمارا اولین فرض ہونا چاہیے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

تاریخِ دہلی اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی بھوی (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اُن سے پیشتر اُن کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانی لاہور میں رونق افروز تھے۔ اُن کا بھی اہل ہند نے سخت مقابلہ کیا اُن کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر حضرت داتا صاحبؒ کے باطن میں نورِ نبوت سے نورِ لائے موجود تھا۔ اُس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چاروں کو بکھادیا اور حقِ باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تشریف لائے۔ اور پرتھوی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضورؐ کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہا کہ :

”ما تَرَا زَندَہ بِمَسلَمانانِ سَیُودِیم“  
 ”ہم نے تجھے زندہ حالت میں ہی مسلمانوں کے پیر کر دیا ہے۔“  
 خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھوی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں آیا اور قتل ہوا۔  
 خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لیے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوندِ کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکسارانِ جہاں را بختارتِ عننگر توچِ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ سالہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بدانتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

برادرانِ اسلام! ادھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنہ ارتداد کا سدِ باب کرنے میں مصروف تھے، ادھر ناگاہ اُن کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لیے امن کی ضمانت خداوندِ کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے :

وَمَنْ دَخَلَ كَانَ آمِنًا ديارہٗ آلِ عمران، ۹۰ || ”اور جو کوئی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہوا۔“

ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، بچہ دیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ تصور سمجھا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حکومت کے خلاف



کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مرد ستم گارہ را چہ تا و اں زن و طفل بے چارہ را؛  
خدا کی شان ! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور جوں  
تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامانِ سرورِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذبح کریں، اُن کے  
اس فعلِ شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرمِ تریف  
کی بے حرستی اور شعارِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے، افسوس صد افسوس ! مگر خداوندِ عالم پر  
پورا بھروسہ رکھنا چاہیے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اُس کا اپنا گھر ہے۔ اُس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا  
چاہیے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا !!!

رسیدِ مشردہ کراہیم غم نخواہد ماند چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

**التفاق واتحاد** ■ تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو !

سرگرم نالہ اگر کتاب شنیدن داری سیدہ بشکافم اگر طاقت دیدن داری  
برادرانِ ملت ! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق،  
باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں  
کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخِ عالم شاہد ہیں کہ  
مسلمان باوشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا،  
کس عالی ہمتی سے اُن کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے اسلام میں لانے  
کا حکم نہ تھا۔

لَا إِكْرَهَ فِي الدِّينِ || دین میں کوئی جبر نہیں ہے (سورہ البقرہ آیت ۲۵۶) اور  
لَا كُفْرَ بِكُفْرٍ وَلَا دِينَ || (تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) سورہ کافرون آیت ۶ آیاتِ پاک  
اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلایا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور  
افتراء ہے۔

حضرات ! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اُس کے ساتھ  
اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ اُن سے بہتری کی امید رکھنی یا دوستی  
اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیانِ و حامیانِ اسلام کا حال سنئے۔  
جو دراصل خود تو ارکانِ اسلام اور سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست

سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جادہ مستقیم اور دین قیم اور سنت مصطفویٰ پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکان اسلام سے ناواقف اور نا آشنا ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامانِ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں یہ سب فاقہ پوئی کی صفت سے بالکل متبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاق کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہو گئی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہونگے جن میں کمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و جماعت ہیں، جو بالفرض اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔ اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ملک پیروانِ مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیال کوٹ کی کچہری میں اہل مدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی، پھر آہستہ آہستہ مرزا عیسیٰ مسیح، احمدی، نبی، کل نبیوں کا پوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گویاں بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے، مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

- ① سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اُس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اُس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوندِ قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔
- ② ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم رب العالمین، مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے اور اپنی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے ہی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعویٰ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

③ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی پچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔



سچائی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مڑتا ہے اور اولاد کو

(۲)

وارث قرار دیتا ہے۔

مرزائی جو غلام احمد مرزا کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو انہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود، سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے۔ نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ موجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہے ضلالت میں جا کرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جوارہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلمہ ہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پرکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبد الوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناز و کلمات کہے جو ناقابلِ بیان ہیں۔ وہاں بیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ نبوت اور مقاماتِ رسالتِ محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شانِ مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں۔ جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہو گی اتنا ہی زیادہ ایمان ہو گا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا وہ ایمان سے دور ہو گا۔

از خدا خواہیم تو فسیقِ ادب بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلكہ آتش در مہ آفتاق نزد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملاسنے کے لیے، اُن سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آ جائیں۔ قصور وار، خطا کار تو وہ خود ہیں۔ طوقِ غلامی محبوبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہوں نے گلے سے اتارا ہے، اربابِ محبت اور صاحبِ دلوں کی محبت کو انہوں نے ترک کیا ہے۔ حبیبِ ربِّ العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر اُن سے کسی مومن، صاحبِ ایمان، غلامِ سرور و جہان کا تعلق ہو تو کس طرح سے؟

۱۔ اُس کو اربابِ محبت میں کروں میں کیا شمار آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا ہے

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضورِ سرورِ کائنات مہمِ موجوداتِ روحیِ قداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں۔ اور بزرگانِ دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یادہ گوئی بھی سنیں اور اُن سے سلوکِ محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے!! لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا غَيْرَةَ لَهُ (جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں ہے)۔

ایمان والوں کے لیے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں :

النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: ۶) || یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے۔  
اور لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (حدیث شریف) || تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لیے، اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

جب اُصولِ ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے، بزرگانِ دین، مشائخِ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اُس سے ہمارا کیا تعلق!!

مزانئی ہوں یا وہابی، چکرالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور الزامِ انکسار ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم اُن سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ طرچہ دلاور است دزد سے کہ بکف چراغ دارد کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اُس سے علیحدگی اختیار کر لو؟ کیا یہ قرآنِ پاک کا حکم نہیں



ہے کہ جب تم کسی سے ملو جو ہماری آیات کی نسبت یہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو؛  
 فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (سورۃ النعام آیت ۱۱۰) "یا دُعاؤ کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو"  
 انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا  
 ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی سے  
 کوئی پُرغاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہے خدات  
 میں جا کرنے والے، گمراہی کے باد یہ کے سرگرواں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لیے تیار اور  
 ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہوگا۔

کفرست در طریقت ماکینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن  
 وفا کنیم و سلامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ما کافری ست رہنجیدن  
 اتفاق و اتحاد کا راک گانے والوں سے کہ دینا چاہیے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرور  
 کون و مکان محبوب انس و جان روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا؟  
 لَا تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الْفَلَائِكَةِ (حدیث شریف) || "میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔  
 وہ ذرا چشم بصیرت سے نظر غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سراد اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔  
 یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سراد اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔  
 اتَّبِعُوا سَرَادَ الْأَعْظَمِ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ || "تم بڑی جماعت کی تابعداری کرو پس جو شخص جماعت سے  
 جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا"

حضرات! فقیروں نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں خیرات الارض کی طرح  
 نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں دہائی، سرنائی، چکرا لوی، بانی، بہائی وغیرہ پیدا  
 ہوئے۔ چکرا لویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار نگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکرا لوی کسی سنت و حدیث  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ذکر کا  
 پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرور و عالم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابق سنت ہیں۔  
 ان کے علاوہ دو گروہ اور قابل ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی، اعمیٰ شیعہ  
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور  
 تبرک کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں

دینا اور دوسروں کو برا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ اُن سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانے والوں سے، سبحان اللہ! اُن سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی اُن سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیں۔ معاذ اللہ! خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نصیحت، عقل سلیم، ایمان کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔ محبت ناجنس گرجان نخواست خوش دل باش  
آب را دیدی کہ ماهی را بدام افکند و رفت

وصلے کہ درو ملال باشد ہجرال بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا، اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت و جماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت و جماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکرالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ نا اتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت و جماعت ہیں یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے، اور جادہ مستقیم اور سنت نبوی سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں، محض تہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں، اور غلامی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے ہر دو جہاں میں سرخروئی حاصل کریں تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔ !!

آری سماجی اخبار ملاحظہ فرمائیے لاہور کے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اُس کی سچی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔" گویا تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم عجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں !! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، ہندی وغیرہ اپنے عقائد باطلہ



سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقائد کی جانب رجوع کریں اور اہل سنت و جماعت کا سراو اعظم بن جائیں :  
 وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (سورہ آل عمران : ۱۰۳) | باہمی تفریق نہ کرو۔

ہم اُن کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار ہیں مگر چشم مارو شن دل ماشاؤ۔  
 کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت و جماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں منم کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

اپنے غالب رسالہ ”تشہید الاذہان“ جس کو اہل اسلام ”تخریب الایمان“ کہتے ہیں، دیکھا ہوگا یہ رسالہ مرزا محسن و قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔ اس طرح اُس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لیے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنت و جماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ اُن کے لیے تو واقعی وہی مرزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی جو شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ جمعیت علمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت و جماعت کے پاک اور مقبول بندگانِ خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا اُن کی سعی اور انہی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامانِ سرکارِ سرمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رخ کیا فتح و نصرت نے اُن کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباعِ سنت اور محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً بوجہ اللہ کرتے تھے۔ نہ رو نہ ناش، ریا و آلاش کا شائبہ تک اُن کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ اُن کو خداوند کریم کی طرف سے رضی اللہ عنہم و دُخُوا عَنْہُ (التوبہ : ۱۰۰) ”خدا اُن سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں“ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج اُن کا ایمان، اُن کی سعی و محنت، اُن کا استقلال و ارادہ، اُن کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں، کسی سے ڈرتا نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ  
 اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹) "اور سستی نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان  
 والے ہو"

خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :  
 لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ (پارہ ۱۶ سورہ طہ: ۲۸۱) "تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے"  
 جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری  
 موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے؟ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہرچہ بہت اذیت ناساز و بدانداز ماست۔ ورنہ تشریف تو برابر آئے کس کوتاہ نیست  
 سوچئے کہ ایسے پاک اور مقدس مواقع کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و  
 افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی حضور  
 کے بعد صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے  
 میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جبر کا رخ کیا تمام عالم کو مستخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا  
 کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنالیا۔ بڑے بڑے باجیروت بادشاہ مسلمانوں کے  
 نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں  
 اور معتبان رسول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، ہمت و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی،  
 حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکھ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی  
 ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و  
 نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کیں۔ ان کے اموال و املاک کو  
 تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔  
 اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام  
 اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ اس پر کار بند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صاحب  
 ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں  
 کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا انور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت  
 رسول اور اتباع سنت جو ہمیں فائز و نوری کے درجہ میں لاکر شانِ مجربیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟



حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نوریان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں ہی محبت ہو جو صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ یا مشائخ عظامؒ اور موفیائے کرامؒ میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں محبت رسولؐ ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف بدنام کنندہ نگو نامے چند کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں ہے اور ہم ارکان اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعار اسلام کی پرواہ نہیں کرتے، تو پھر۔

جی عبادت سے خرابا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس مشہ سے اجرت کی طلب  
یاد رکھو! خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جمعوئے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔ عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر  
مجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی فتاہل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَعْوَفَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ  
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
أَعْمًى: قَالَ رَبِّ حَشَرْنِيْ أَعْمًى  
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا: قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ  
آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ  
نُقْسِرُ

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اگلے لیے  
تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا  
اٹھائیں گے، کہہ گا اے رب میرے مجھے تو نے  
کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔ فرمائے گا  
یو نہی تیرے پاس آئیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا  
دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

(سورۃ طہ آیت ۱۲۳)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لیے موجب از دیاد ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر مانتا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدوں اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعار اسلام کی خلاف ورزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نور یقین کی تائید نہیں رہی، نیز نورگان دین اور مشائخ عظام

سے جو نوریان اور نورلقین کا سرچشمہ ہیں، انہوں نے منہ پھیر لیا، اور یاد خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھوں سے  
 رہا۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ان سے چھٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوند کریم  
 ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی  
 سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاه و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا بلکہ ایسے  
 لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ  
 دیدار الہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار  
 ارشاد ہو گا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا  
 تو آج وہ دن ہے کہ تم تم کو بھلا دیوے۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت  
 میں بھی رسوائی۔ ازیں سورا ندہ و ازاں سودر ماندہ۔

ایں جاں معیشت آنجا نہائے نصیاں آسایش دو گیتی بر ماں سرام کردند  
 آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہ عالی ہر وقت  
 تمہاری دعاؤں کو بشرطیکہ اضطراب و تفرغ سے کی جائیں، قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ ندامت کے آنکھوں  
 بہاؤ، گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ  
 گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ  
 ایں درگہ مادرگہ تو میدی نیست  
 صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

**اصلاح** دیکھو! کون سی بد عادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم  
 عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بدجن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی  
 ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری  
 رسموں نے ہم کو جادہ مستقیم سے کوہوں دور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُورے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی  
 بہت ہیں جو ان برائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! چوری، زانیہ، ڈاکہ، بد اخلاقی اور  
 دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون  
 بے نوشی وغیرہ سارے افعال بدختر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پرواہی، ارکان مذہب  
 بالکل ناواقف، دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے، تجارت میں کوئی حقہ ہی نہیں ملکی ملازمتوں میں



بھی صفر۔ جائیداد، املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔  
 ہماری بے کسی اور بے کسی کی بُری حالت ہے، نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔  
 سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اول اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح  
 اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اول اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے  
 دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اُصول و ارکان کا پابند بنے، شعارِ اسلام کی دل سے  
 عزت کرے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ  
 گناہوں سے تائب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے اور اُس نورِ  
 یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ  
 علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتابِ درخشندہ  
 کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ  
 محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترکِ مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نذر، وہی دعا اب  
 بھی اہلِ دل اور بابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمال  
 سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، اُن سے نورِ ایمان و یقین حاصل کریں،  
 اور عقائدِ اہلسنت و جماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قدرونِ اولیٰ  
 میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نورِ ایمان و یقین و محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے  
 یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے  
 جلاؤ گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقانِ و متعبانِ رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبتِ رسول اور معرفتِ خدا عطا کرنے والے ہی پاک  
 وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلقِ محمدی سے ناواقف ہیں  
 اُن کے پاس بیٹھنے سے وہی آہنگر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح منظرِ کمالاتِ  
 محمدی ہیں۔ وہی فدا یانِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اُن کا باطن نورِ محمدی سے منور ہوتا ہے۔ اسی  
 نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اُسے کوئی فائدہ  
 حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوبِ رب العالمین کی غلامی اختیار

کریں۔ اور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں تو پھر اُن کے لیے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔  
 شوہر پر دانتا سوختن آموزی با سوختگاں بنیش شاید کہ تو ہم نوی  
 خود ارکانِ دین اور علمِ دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ اُن کو اصول و ارکانِ اسلام حفظ کراؤ، اُن کی پابندی کی اُن میں پکی عادت ڈالو۔ اُن کو بدکاروں، بُروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ، اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔  
 دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اُس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو تمہارے اسلام علیہ السلام کے وارث ہیں۔ اُن کی عزت و تکریم کیا کرو۔ اُن کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت انہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لیے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہاری اولین فریضہ ہے۔

**دنیاوی تعلیم :** علمِ مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لیے دینی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومت و وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لیے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدوں تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔  
**رسومِ بداء :** مسلمانوں کا ان تمام بڑی رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بڑی رسموں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ تمام رسومِ بد سے توبہ کرنی چاہیے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کر کے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ فغول خرچ اور اسراف کے لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ :

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (پارہ ۸ سورہ الانعام آیت ۱۳۱)

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۚ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيْطٰنِ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶-۲۷)

(بھائی ہیں۔)



## اخوت و یگانگت :

اچھے غریب اور نادار اہل سنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اخوت و محبت قائم کرو۔ اُس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اگر تم اُس کی عزت نہیں کرو گے، تو اُس کو کون اپنا بھائی اور محبت سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمہارے پاس دُنیا کا مال و زر اُس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اُس کے دل میں نورِ ایمان اور محبتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اِس صورت میں اُس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوندِ کریم کی بارگاہِ عالی میں دُنیاوی زرو مال، تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکمِ خداوندی :

إِنَّا أَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ ۖ (سورہ حجرات : ۱۳) (بلے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار رہے۔)

کے بموجب مستحق اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اُس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران ! جس طرح تم سرکارِ مدینہ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکارِ دوعالم کا غلام ہے۔

مَنْ وَتَوْهُمُ دَرَجَاتُ تَأْتِيهِمْ بِنْدَةٍ بَارِكَةٍ سُلْطَانِيْم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ رتبہ العزت کا فرمان ہے :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (حجرات : ۱۰) ॥ "مسلمان (آپس میں) بھائی ہیں۔"

جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اثر وہ سنایا گیا، وہاں زرد دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اُس سے محبت سے پیش نہیں آتا، یا اُس کے دل میں اُس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آلِ انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پرانے خدا اور پرانے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو صحیح معنوں میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر اُن کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نورِ ایقان کی تائید کے بغیر ناممکن ہے، حضرت سرور کائنات فخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوص

ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہِ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور محبوبیتِ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی بہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر ملکِ شدیہ باشد ورق

اس کانفرنس کی سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی سادگی اور صاف گوئی کی یاد ہمیشہ مسلمانوں کو یاد رہے گی جس میں تاثیر فی النفوس نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ غرض ہر اجلاسِ تلاوت، حمد و نعت سے شروع ہوتا اور درود و سلام پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ کانفرنس ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ بہ اقتصائے وقت تجاویز منظور ہوئیں۔ اہل سنت و جماعت کے لیے کام کرنے کی راہیں کھل گئیں، منزل کا تعین ہو گیا اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت قافلہ منزل کی طرف توکل بر خدا رواں دواں نظر آنے لگا۔ ہر سستی اپنے اپنے مقام اور ماحول میں پُر جوش نظر آنے لگا۔

اس کانفرنس میں عہدیداروں کے انتخاب اور دوسرے امور کے علاوہ جو قراردادیں پاس ہوئیں، ان کا خلاصہ اور اجمالی نقشہ یہ ہے جس کو حضرت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (ف ۱۹۳۸ء) نے جلسہ عام میں سنایا تھا۔

① یہ جلسہ مناسب سمجھا ہے کہ ملک کے ہر صوبہ، ہر شہر اور ہر گاؤں میں اہل سنت و جماعت کی انجمنیں اور تبلیغی کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

② اس جلسہ کی رائے میں جا بجا تعلیم و تبلیغ کے مدارس جاری کئے جائیں۔

③ اس جلسہ کے خیال میں سر دست مراد آباد میں مرکزی کمیٹی کا قائم رہنا ضروری ہے۔

④ یہ جلسہ عام اس قانون پر جو اسمبلی نے حج کے متعلق پاس کیا ہے، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے حاجیوں سے دونوں طرف کا کر ایہ پہلے ہی وصول کر لینے کو حج کے لیے سنگ راہ خیال کرتا ہے۔

⑤ یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہل سنت و جماعت پر مشتمل ہے، مرزا یوں کی صدرائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو

توجہ دلاتا ہے کہ حکومت افغانستان کا اہلاک قادیان مذاہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفت نہ

سے "سیرت امیر ملت" ص ۶۰ تا ۶۳ - ملفوظات امیر ملت مرتبہ محمد عثمان مبلوچ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۷ تا ۲۰

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس از محمد جلال الدین قادری مبلوچ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۹۵ تا ۲۲۷



آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا الیک اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

اس قسم کے بہت سے ریزولیشن پاس ہوئے جن میں سب سے اہم وہ تجویز تھی جس میں ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضہ جہاز اور نظامانہ حرکات کے خلاف عدلے احتجاج بلند کی گئی، اور سنی مسلمانوں کو اس سال سفر حج سے بخوف بے امنی روکا گیا ہے۔ نیز ایک ریزولیشن میں پریذیڈنٹ ملکام کانگریس کے اُن موذی اور اشتعال انگیز کلمات پر اظہار نفرت کیا گیا جو اُس نے مرزائیوں کی تائید کی آڑ میں اسلام و قرن اول کے بارے میں استعمال کئے جن سے سات کروڑ مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچا۔

غرض عظیم الشان کانفرنس حضرت امیر ملت قدس سرہ کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی اور علما و مشائخ اہلسنت یہ غم مٹائیے ہوئے واپس گھروں کو آئے کہ وہ دہر میں ہم محمد علیہ وسلم سے اجالا کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر پورے ملک میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کریں گے۔

سنی کانفرنس مراد آباد میں بیٹے پایا تھا کہ کانفرنس کا اجلاس ہر دس سال بعد ہوگا چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء ۲۰ رجب ۱۳۵۴ھ کو سرزمین بدایوں میں دوسری آل انڈیا سنی کانفرنس بھی حضرت امیر ملت کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ دور وہ دور تھا جبکہ مسجد شہید گنج کا قصبہ ہر مسلمان کے دل کو خون کئے ہوئے تھا۔ انگریز حکومت، سبکدہ غنڈوں کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ ادھر اسلام دشمن جہ و دستار پوش جماعتیں مثلاً جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار وغیرہ مسجد شہید گنج کو ہر قیمت پر سکھوں کے حوالے کرنے کے لیے بیتاب تھیں۔ مسلم لیگ آزادی وطن کے لیے میدان عمل میں دیوانہ وار اتر رہی تھی جبکہ اُس کے ازلی وابدی مخالفین قدم قدم پر روڑے اٹھا کر ناکام و نامراد بنانے کی قسم کھا چکے تھے۔

سوادِ عظیم اہلسنت و جماعت نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ اس بار صدارت کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں یوپی (ف ۱۹۴۳ء) اور ایک دوسرے بزرگ کے درمیان انتخاب ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام اکثریت

ماہنامہ اشرفیہ محمد چیمہ شریف ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ - ۲۰ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی۔

سنی کانفرنس ملتان نمبر ۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء ص ۶۷، ۶۸

کے ووٹوں سے صدر منتخب ہو گئے۔ لیکن جب ان کا انتخاب ہوا تو انہوں نے اعلان کیا کہ :  
 میں حضرت امیر ملت کو کرسی صدارت پیش کرتا ہوں، میری چاہت  
 کرنے والوں کے ووٹ اور میرا ووٹ حضرت کے لیے ہے۔ صدارت کے  
 لیے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کر سکتا اور پھر  
 ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ  
 صدارت قبول فرمائیں۔

اس پر ہر طرف سے تائید کی صداائیں بلند ہوئیں اور حضرت امیر ملت اتفاق رائے  
 سے صدر منتخب ہو گئے۔ اس موقع پر بھی آپ نے سنی کانفرنس مراد آباد کی طرح فی البدیہہ خطبہ صدارت  
 ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اتحاد و یکگانیت، تنظیم  
 اور حق و صداقت کی خاطر مرٹنے کا درس ملتا ہے۔  
 حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے اس صدارتی خطبہ میں جو کچھ فرمایا، اس کا مختصر  
 یہ ہے :

- ① کفر زار ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ————— (شہاب الدین غوریؒ جیسے  
 مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ جیسے صوفیاء کے نقوش قدم پر چل کر۔)
- ② علماء و روحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں ————— فکر و تدبیر،  
 قربانی و ایثار، خشیت الہی۔
- ③ غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔
- ④ مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمہ داریاں۔
- ⑤ بزرگوں میں مسلمانوں کے مسائل اور ان کی ضروریات ————— شرعی قوانین ————— نکاح، طلاق،  
 خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ ————— اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت و صیانت۔
- ⑥ عالم اسلام کی حالت زار پر شدید صدمہ کا اظہار ————— نجد میں ابن سعود اور حبشہ  
 میں اطالویوں کے مظالم۔
- ⑦ مقامات مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ و ہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔
- ⑧ مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے بیت المال کا قیام۔



۹ مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لیے سیاسی محرکات اور ضروریات — اتحاد بین المسلمین  
معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار — اسرار و تمیز سے احتراز —  
نیچے ! اب خطبہ ملاحظہ فرمائیے :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْكِتَابَ  
وَأَنعَمَ عَلَيْهِ بِأَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَافِ الْإِحْسَانِ - وَقَضَلَنَا عَلَى سَائِرِ خَلْقِهِ بِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ  
وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ الرَّحْمَانِ، سَيِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَكَرِيمِنَا وَنَجِّينَا  
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُبْعُوثِ بِخَيْرِ الْمَلَلِ وَالْأَدْيَانِ - وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِدُورِ الْإِلَهِ الْبَاقِ -  
وَالْأُمَّةِ الْمُجْتَهِدِينَ وَالْأَوَّلِيَاءِ الْكَامِلِينَ نَجْمِ الْإِيقَانِ وَالْعُرْنَانِ - وَتَابِعِيهِمْ إِلَى  
يَوْمِ الدِّينِ بِالْإِحْسَانِ -

اَمَّا بَعْدُ - أَيُّهَا الْعُلَمَاءُ الْكِرَامُ وَالْحَضَرَةُ الْعِظَامُ !

(ترجمہ) تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو بیان کی تعلیم فرمائی  
اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے  
ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے والے اور  
ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بہتر مذہب اور دنیاوی  
کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود و سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں  
اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور  
اُن پر جو احسان کے ساتھ اُن کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک -

بعد حمد و صلوٰۃ کے، اے علمائے کرام اور حاضرین عظام !

السلام علیکم ! فقیر رب العزت کی حمد بجالاتا ہے کہ اُس نے مجھے یہ توفیق اِزائی  
فرمائی کہ میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت  
سنواروں - کروڑوں درود اُس پیکرِ جو واد اُس نورِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے  
کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملت کو فراموش نہ کریں -

محترم بھائیو ! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریائشیں و حجرہ گزیں کو اپنی  
مخفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے - آپ علماء ہیں - آپ کی راہ میں فرشتے پڑ پکھالتے

ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی ابر و رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔

وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَفُ - || "اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے" عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی وائزری کے لیے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کی قسم کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہرگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروگ سے بے نیاز ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لیے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار ہے۔ اس خاکِ پاک کا ایک ایک ذرہ یہ بھی سبق دیتا ہے کہ مصلے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی، خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کفر زار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لیے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا بیٹھے ہیں درمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اُس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے:

فَسَلْ هَلْ يَكْتُمُونَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ || (اے محبوب!) آپ فرمائیے کہ کیا برابر ہیں وہ لوگ وَالَّذِينَ لَا يَكْفُرُونَ۔ (سورہ زمر آیت ۹۱) جو صاحبِ علم ہیں اور جو علم والے نہیں؟

کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی مسلم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہذا اُس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبیر سے کام لے۔ اگر وہ



اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبرہ و عمامہ اُسی کے لیے روزِ قیامت پچا لنسی کا رستہ ثابت ہوگا۔  
عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے ۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ  
الْعُلَمَاءُ (سورہ فاطر : ۲۸) || ”اللہ سے اُس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے  
ہیں جو علم والے ہیں۔“

یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیتِ الہی اُس کا  
حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب  
کہا ہے ۔

ہر کہ رمزِ مصطفیٰ فہمیدہ است      شرک را در خوفِ مضمردیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اُس کے سامانِ حرب و ضرب سے گھبرا کر،  
حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لیے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو  
اس لیے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے، یا ہندوؤں میں اُس کا وقار  
کم ہو جائے گا، یا اُس کے مقتدی رُوٹھ جائیں گے، تو اُسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے  
وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اُسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز  
ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی  
اُن مساجد کی بھی فکر کر لینی چاہیے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے  
کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے  
اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان  
کر دو کہ اس کی اقتداد میں نماز درست نہیں۔ مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگِ اسلام عالم  
کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کوئل ہے اُس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا  
ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔  
وہ دنیا میں گھر سے پہلا حُرّاکا      غلیل ایک معمار تھا جس بنا کا  
ازل سے مشیت نے تھا جس کوتا کا      کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہڈا کا

بیت اللہ، عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف السلام و

تحتیات کا ارشاد فیض نہاد یہ ہے کہ :

اَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ | جزیرہ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو

اسے عالمانِ دین ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشتے معلوم کرنے کے لیے ٹھیکہ دیا ہے ؛ دین کی حمایت کرنے والو ! عرب کے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے ، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھارہی ہے ؛ اس لیے کہ وہاں تیل ہے ۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لیے تیل درکار ہے ۔ کیا وینیک کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں ۔ کیا وجہ ہے کہ ابن سعود کی اس روش کے خلاف عدلئے احتجاج بلند نہیں کی جاتی ؛ یہ وہابیت اور خفیہیت کا سوال نہیں ۔ یہ اماکن مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہار حق سے روک رہا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے ۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (پارہ ۱۔ سہ ماہی : ۴۱) | "اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو" اور ثمن قلیل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معرۂ حق بلند کرو ۔ تاکہ رب جلیل کی بارگاہ سے اجر جزیل حاصل ہو جائے ۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو جاجیوں سے پوچھ لو کہ حیران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے ۔ حکام نجد کے دستِ خوانوں پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں ، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی بھجوروں کی گھٹلیوں کو ترس رہے ہیں ۔ کیا رعایا کی پرورش راہی کا فرض نہیں ؛ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے حدود و نوش کا انتظام نہ کرے ، اسے تابعِ سنت سلطان کہا جاسکتا ہے ؛ بزرگ عالمو ! خلفائے راشدین کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں ۔ کیوں تمہاری زبانیں حیران رسول کی حمایت و اعانت کے لیے نہیں کھلتیں ۔ سنو ! ارشاد ہوتا ہے :

فَلَا وَدَّعَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَكَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا لَكَ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورۃ النسا آیت ۶۵) | "تو اسے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں"۔

کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنائیں ؛



عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق، خلع، ارتداد، ورثہ، نکاح، ہمبہ وغیرہ امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بچنے کا رولانے کے لیے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لیے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ طر وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی "بیت المال" کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لیے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھلی استفادہ کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو کفوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لیے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا ملک سے کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ جملہ شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو مقابر مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جمی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایک ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت نڈر ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ تجارت ہے۔

"تجارت" میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آرٹھت کی دوکانیں خود کریں۔ کارگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لیے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے "مُبذِرِین" اور "مُسْرِفِین" شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ

خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس - ۲۲ تا ۲۴ - ۱۹۳۵ء "خطبات مہدی"

مؤتمر جمعیت علماء ہند۔ مقام بدایوں ۱۹۳۵ء مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء۔

۱۴ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اکناف و اطراف ہند سے اکابر علماء اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت الحاج سید محمد محدث کچھوچھوئی (ف ۱۹۶۱ء) اور حضرت سید مختار شرف سجادہ نشین کچھوچھو شریف (ف ۱۹۹۶ء) ضلع فیروز پور، انڈیا نے بطور خاص شرکت کی۔

بروز اتوار اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے حکم پر حضرت صدر الافاضل مراد آبادی نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور صوبائی سنی کانفرنس پنجاب سنی کانفرنس کے قیام کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ سنی کانفرنس کا مقصد اہلسنت کی تنظیم، ان میں روابط و اتحاد پیدا کر کے علوم کو عام کرنا، مسلک حق اہل سنت کی تبلیغ، مخالفین کی چالوں سے سنیوں کو آگاہ و باخبر کرنا، ان میں جذبہ دینداری پیدا کرنا اور ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہے۔ سنی کانفرنس کا مقصد دہریہ میں ایم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کرنا ہے۔ جو قویں ابھی تک کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں، ان کی رہنمائی کر کے انہیں سچا مسلمان بنانا، جو لوگ انگریزی وغیرہ میں مشغول رہ کر دین سے ناواقف ہو گئے ہیں ان کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے لیے سعی بلیغ کرنا اور مسلمانوں کی اخلاقی علمی رہنمائی کرنا ہے۔

حضرت صدر الافاضل کی اس تقریر پر تاثیر سے سامعین کاٹھاٹھیں مارتا ہوا سمند بہت متاثر ہوا۔ ہوتا بھی کیوں نہ کہ یہ نسبت اور ترقی حضرت اقدس امیر ملت قدس سرہ کا تھا۔ لوگ کثرت سنی کانفرنس کے رکن بنے اور بالاتفاق رائے ایک روپیہ چندہ مقرر ہوا۔ اور حضرت مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) صدر اور حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ (ف ۱۹۶۸ء) ناظم حزب الاحناف لاہور، پنجاب سنی کانفرنس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اور یہ قرار پایا کہ ناظم سنی کانفرنس پنجاب جلد از جلد کانفرنس کے اغراض و مقاصد و قسط اس رکنیت چھپو کر تمام پنجاب میں تقسیم کریں۔

اس کے بعد حضرت امیر ملت کی اجازت سے حضرت محدث کچھوچھوئی نے ایک نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی مزید توضیح و تشریح کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ سنی کانفرنس کا انعقاد اہلسنت کے لئے رحمت ہے اور اس کے قیام کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ یہ اہلسنت کا حق ہے کہ کسی باطل، گمراہ فرقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ سنیوں کی حق تلفی کرے۔ علمائے ربانی کی رہنمائی باعثِ مدد رحمت



ہے۔ مسلمانوں کو علمائے کرام کا احسان ماننا چاہیے۔ علمائے کرام نے ہر وقت مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس فریضہ کو طبقہ علمائے نہایت خلوص اور دیانتداری سے ادا فرمایا ہے۔ کبھی مسلمانوں سے دنیا و فریب نہیں کیا اور بلا خوف و ہراس لاکھوں مرتدین و مشرکین کا قلع قمع کیا ہے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی سیاسی امور میں علماء ربانیہ کی قیادت کو اپنے اوپر لازم و واجب کریں تاکہ لغزش و خطا سے بچیں۔ اسی چیز کا نام ہی ترقی ہے۔ دین سے منحرف ہو کر دنیا کی جاہ و جلال، شان و شوکت اور عزت و سطوت کا حاصل ہرگز ترقی نہیں ہے بلکہ ذلت و رسوائی ہے۔ ہر خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے کانفرنس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آؤ اور پروانہ وار آؤ، منظم ہو کر اتحاد و اخوت کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ سنی کانفرنس کا مقصد اصلی دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التثانی کی منظم طور پر حفاظت کرنا ہے اور شریعت کے مطابق جدوجہد کر کے عہدہ فاروقی کا احیاء کرنا ہے۔

آخر میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ فضا نعرہ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔ سامعین ہر تن گوش ہو گئے۔ اپنے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور تنظیم کے بارے میں خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ”موجودہ دور میں مسلمانوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے، اور عیار و بدخواہ، قسم قسم کے جیلوں سے مسلم قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، وہ ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دشمن ہمیں نیست و نابود کرنے کے لیے دن رات سرگرم عمل ہے۔ ہمیں اپنے دین کے تحفظ و بقا کے لیے جلد از جلد منظم ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک طبقہ علماء منظم ہو کر سعی نہ کرے اس وقت تک ہماری کشتی ساحل مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ ہمیں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے علماء و مشائخ کو ایک سلسلہ میں مربوط کر دے اور یہ تنظیم صرف آل انڈیائی کانفرنس ہی ہے جو ہمارے تمام مسائل کا حل اور دکھوں کا مداوا ہے۔“

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک کے طول و عرض میں ضلعی سنی کانفرنس کے اجلاسوں میں بھی شرکت فرما کر قوم کو اک و دلہ تازہ بخشا اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی و قیادت کے لئے کوئی دقیقہ بھی فرو گزاشت نہ کیا۔

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام ہراجا لاکھ نامہ حضرت امام ابو حنیفہ الملقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۵ واں سالانہ عرس زیر صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام سے جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم منعقد ہوا۔

۹ ہفت روزہ ”الغنیۃ“ امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۲۶ بابت ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵۱۳۔

جس میں مولانا غلام محمد ترم امیر ترمی (ف ۱۹۵۹ء) صاحبزادہ سید بشیر حسین علی پوری (ف ۱۹۶۹ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) علامہ عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (ف ۱۹۷۰ء) صدر الافاضل مولانا محمد نعیم مراد آبادی (ف ۱۹۳۸ء) پیر سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) حضرت محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) مولانا محمد یار فریدی بہاولپوری (ف ۱۹۴۷ء) مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی و دیگر بے شمار علماء و مشائخ نے شرکت کی اسٹی کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت میں خطاب فرمایا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی آپ نے اسٹی کانفرنس کی اہمیت، اغراض و مقاصد، ضرورت تنظیم اور مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی پرجوش تائید و حمایت فرمائی۔

آپ کی تقریر و پذیر کے بعد صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی تائید و حمایت میں ہنگامہ خیز تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت محدث کچھوچھوی نے بھی فصاحت و بلاغت سے آپ کی تائید و حمایت میں خطاب کیا اور ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) اور مولوی حسین احمد مدنی (ف ۱۹۵۷ء) جیسے کانگریسی اکیٹیوں کی خوب قلعی کھولی۔ اور آخر میں اپیل کی کہ تمام اہلسنت حضرت امیر ملت قدس سرہ کی عظیم النظیر قیادت میں آل انڈیائی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔

۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو مسجد میاں جان محمد حرم شہر امیر ترمی میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کے صدارت میں ایک عظیم الشان اسٹی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) ناظم اعلیٰ آل انڈیائی کانفرنس نے ہنگامہ خیز تقریر کی اور اسٹی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمد شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پرجوش تقاریر کیں حضرت امیر ملت نے اپنے صدارتی خطاب میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید و حمایت سے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب فرمایا۔

۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو برہان بابرخان اچھا دروازہ جھانسی شہر میں سلسلہ اسٹی کانفرنس ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مولانا سید عبدالسلام باندوی قادری (ف ۱۹۶۸ء) نے اسٹی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوئے۔

شہد ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۳ بابت ۳۱ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۸۔

شہد ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۳۱ ص ۸ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۸۔



① مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے انعقاد کو نظرِ استحسان دیکھتا ہے اور بسر و چشم اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے۔

② مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام (ہفت روزہ) الجمعیت دہلی و جمیع علماء کانگرس دیوبندی خاکساری وغیرہم کو جو مذہبِ عقیدتِ اسلامیات مسلمانان ہند میں تفریق کا باعث ہیں، ان کو نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے۔

③ مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحبِ محدث علی پوری کو "امیر ملت" تسلیم کرتے ہوئے ان کے اس اعلان کی دلی تائید کرتا ہے جو مسلم لیگ کی حمایت میں ہے اور خود بھی مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ سنی کانفرنس کے صدر کے اعلان کے مطابق جبکہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کانگرس سے اجتناب اور مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ ۱۱

۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قصبہ چراگاؤں ضلع جھانسی میں سنی کانفرنس کے سلسلہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا سید عبدالسلام باندوی نے بصیرت افروز تقریر کی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی اہمیت کے پیش نظر مندرجہ ذیل ریزولیشن حافظ محمد علی امام مسجد نے پیش کئے جو اتفاق رائے پاس ہوئے۔

① مسلمانان چراگاؤں کا یہ جلسہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے علماء اہلسنت کے وجود کو رحمتِ الہی سمجھتا ہے اور علماء دیوبند، خاکسار وغیرہم کو حزب الشیطان سمجھ کر اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

② مسلمانان چراگاؤں کا یہ جلسہ مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو "امیر ملت" تسلیم کرتے ہوئے مسلمانان ہند کے لئے ان کے ہر حکم کو واجب العمل سمجھتا ہے۔ ۱۲

۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو کچی مسجد چاندور بازار ضلع امراتی (براروسی پی، بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے ان کے احکامات پر تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانان ہند سے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُر زور اپیل کی۔ بعد ازاں سنی کانفرنس کی تشکیل ہوئی۔ صدر: سلیم محمد عباس، نائب صدر: عبدالغنی ٹھیکیدار، ناظم: قاضی اکبر علی، نائب ناظم: شیخ منیر احمد۔ ۱۳

۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو بدایوں میں مولانا عبدالحمید بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) کی زیر صدارت ایک جلسے میں سنی کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا اور مندرجہ ذیل عہدے دار چنے گئے۔ صدر: مولانا عبدالحمید بدایونی، قادری، نائب صدر: مولانا حکیم عبدالناصر قادری، ناظم عمومی: مولانا مفتی محمد ابراہیم خزانچی، مولوی نہال احمد بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ بعد ازاں حضرت امیر ملت کی قیادت پر مکمل اجماع کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۵

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس سنی کانفرنس کا پریشکھہ اور عظیم المآل اجلاس ہوا اس اجلاس کی تیاری ایک سال قبل ہی شروع کر دی گئی تھی۔ کوشش یہ تھی کہ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں کانفرنس منعقد کر کے آل انڈیا اجلاس کو کامیاب و کامران بنانے کی بھرپور جدوجہد کی جائے اور پھر تمام ضلعی اور صوبائی عہدیداران پورے جوش و خروش کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہو کر ملت اسلامیہ کی تقدیر بدل سکیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے حضرات علماء و مشائخ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کانفرنس میں شرکت کرے اور ایسے رؤسا و عمائد جو سنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں ان کی شرکت بھی کانفرنس میں یقینی بنائی جائے چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل پانچ رکنی وفد تشکیل دیا گیا۔

- ۱ صدر الاقامل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس
- ۲ حضرت سید ابوالحماد سید محمد محدث کچھوچھوی
- ۳ حضرت مولانا اختصاص الدین
- ۴ حضرت مولانا شائق حسین
- ۵ جناب منشی شوکت حسین

حضرت محدث کچھوچھوی کی زیر قیادت یہ وفد ۱۹۴۵ء کو علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ (پنجاب) میں حضرت امیر ملت قدس سرہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کرنے کی منظوری حاصل کی۔ اس زمانہ میں علی پور سیدان میں انجمن فدام الصوفیہ ہند کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا اور عظیم اجتماع تھا۔ اطراف و کفاف پنجاب، یوپی و دیگر صوبوں کے علماء و مشائخ و رؤسا موجود تھے حضرت محدث کچھوچھوی نے جلسہ عام میں سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ تمام مجمع نے بیک زبان نہایت گرمجوشی سے



یڈ کی۔ اور پھر یہ وفد پنجاب کے دارالسلطنت لاہور پہنچ گیا۔

سنی کانفرنس بنارس کے انعقاد کی بہت سی وجوہات تھیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے لیکن ایک اہم وجہ سیاسی بھی تھی جس کا ذکر ذیل میں کر دینا نہایت مناسب اور ضروری ہوگا۔ وہ یہ کہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے حضرت امیر ملت کی زیر قیادت قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں سرگرمی دکھائی جبکہ جمعیت علماء ہند، مجلس احرار، خاکسار تنظیم، جماعت اسلامی وغیرہ نے پاکستان کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنے دین و ایمان کو ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مولوی حسین احمد مدنی (دف ۱۹۵۷ء) پرنسپل دارالعلوم دیوبند اور ان کے حواری اپنے نظریہ ملت از وطن است کے پرچار کے لیے اپنی جان کی بازی لگا چکے تھے۔ ان کے پیچھے ٹانا اور بر لاجیسے متعصب ہندو سرمایہ داروں کی تجویزوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری (دف ۱۹۶۱ء) مولوی حبیب الدھیانوی (دف ۱۹۵۶ء) اور دیگر احراری، حضرت قائد اعظم کو کافر، الجہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کے خطاب سے نواز رہے تھے۔ مولانا مودودی (دف ۱۹۷۹ء) مسلم لیگ کی قیادت کو غیر اسلامی بتا کر اس کی مخالفت کی آگ میں جل رہے تھے۔ خاکسار تنظیم کے سربراہ علامہ شرقی (دف ۱۹۶۳ء) اپنی عسکری تنظیم سے مغرور ہو کر اپنی قیادت کے پُر فریب خواب دیکھ رہے تھے تو اس وقت برصغیر میں حضرت امیر ملت اور ان کے ساتھی علمائے اہلسنت ہی تھے جنہوں نے قائد اعظم کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور علمی طور پر تحریک پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھایا۔

یہ تھے حالات جن میں اس تیسری سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے حضرت امیر ملتؒ سے منظوری حاصل کرنے کے بعد یہ دعوت نامہ جاری کیا۔

”مکرم محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک نغیر باد۔ بحمد اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے عظیم الشان مبارک اجتماع کے لیے ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ روز شنبہ، یکشنبہ، دو شنبہ، سہ شنبہ (ہفتہ، اتوار، پیر وار، منگلوار) مقرر ہوئے ہیں۔ ان بابرکت آیام میں ملت اور اہل ملت کی حمایت و نصرت کے لیے اکابر اہل اسلام علماء کرام مشائخ عظام اور تمام صوبوں کی سنی کانفرنسوں کے نمائندے

۱۔ ہفت روزہ الفقہیہ، امرتسر ۲۸/۴/۱۹۴۵ء ص ۱۲۰۔

۲۔ امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس رزخہ صادق قہری، لاہور ۱۹۸۰ء ص ۵۱، ۵۲۔

دو دیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جناب والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور اگر آپ کے یہاں سنی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت تائید سے کے تشریف لائیں اور جتنے تائید سے آپ کی سنی کانفرنس تجویز کرے انہیں بھی ہمراہ لائیں۔ ہمارے ہوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک مطلع فرمائیں۔

ان مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سنی کانفرنس کے لئے غور طلب ہیں۔ امور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳ اپریل تک یہیں رہے گا۔ لہذا خط و کتابت کے لئے صرف میرا نام اور سنی کانفرنس بنارس لکھ دینا کافی ہے۔ تار کا پتہ صرف اتنا ہے۔ اشرفی، بنارس۔ کینٹ۔

میں آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہوں گا۔ والسلام مع الاکرام

دستخط حضرت صدر الافاضل، ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس

نوٹ: جو حضرات کسی مجبوری سے تشریف نہ لاسکیں، وہ اپنی معذوری اور کانفرنس کے ساتھ اپنے کامل اعتماد کا اظہار بذریعہ ڈاک و تار کریں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض

اور منظوری کے لئے پیش ہونے والے مسائل۔

سنی کانفرنس کے لئے تدابیر توسیع و تنظیم۔

عہدوں کے لئے معیار۔

سنی کانفرنسوں کے لئے ضروری قوانین۔

ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی تدابیر۔

ہر صوبہ میں وہاں کی رائج زبان میں دینی، اخلاقی ابتدائی تعلیم کا انتظام

فارسی، عربی کی تعلیم کا بہترین نظام۔

پرستم کے نصاب بنانے کے لئے نصاب بنانے والی جماعت کی تشکیل۔

سنی مدارس کے اعداد حاصل کرنا۔

موجود مدارس کی نگرانی اور ان کی اعانت کی تدابیر۔

①

②

③

تعلیم: ①

②

③

④

⑤

⑥



واغظین کے لیے نصاب۔

نکاح خوانوں کے لیے تعلیم کا انتظام اور ان کے لیے ضروری نصاب۔

انگریزی مدارس کے لیے دینی تعلیم کا انتظام۔

انگریزی خواں طلبہ کے لیے دینی معلومات ہم پہنچانے کے وسائل۔

تعلیم طب کا انتظام۔

مرکزی دارالتصنیف کے قیام کی تدبیر۔

① تبلیغ اسلام کی تدبیر اور اس مقصد کے لیے مرکزی نظام کی ترتیب۔

تبلیغی مدارس اور اس مقصد کے لیے مفید تصانیف۔

نومسلموں کے معاش کی تدبیر۔

اشاعت دین و تبلیغ اسلام و مقاصد کافر نس کے لیے اخبار و رسائل۔

پریس۔

① نماز و زہ، اعمال صالحہ کی ترغیب اور اس کے مؤثر طریقہ، آئمہ

مساجد کا بہترین انتظام۔

مسلمانوں کے باہمی نزاعات کا تصفیہ اور ان میں اتفاق پیدا کرنا۔

یتیم خانوں، شفا خانوں، محتاج خانوں کی نگرانی۔

محافل میلاد مبارک کی توسیع و ترویج اور ان کے لئے بہترین تصانیف ہم پہنچانا

تاکر وہ تبلیغ اسلام و اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے مفید تر ہو جائیں۔

اعراس سے تبلیغی فوائد حاصل کرنے کی تدبیر اور واجب الاصلاح امور کی اصلاح۔

خاندانوں کی حسب استطاعت دینی خدمت اور علم تصوف و سلوک کے رائج

کرنے کی سعی۔

① جسمانی و معاشی امور: مسلمانوں کی تندرستی و دم بدم خراب ہو رہی ہے۔

نئی نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نوجوان طبقہ، تعلیم یافتہ ہوں یا نا تعلیم یافتہ،

بالعموم اتنے کمزور ہیں کہ نہ وہ اپنے معاش کے وظائف پورے کر سکتے ہیں نہ فائز داری

کے۔ ان کی صحت اور جسمانی قوتوں کے لیے نافع و مفید ریاضتوں کی تجاویز

بے کار اور تنگ معاش افراد کے لیے وسائل معاش تلاش کرنا۔

۳) قرض دار مسلمانوں کے لیے قرض سے خلاص حاصل کرنے کی تدابیر۔  
حکومت کے قوانین ۱) حکومت کے جو قوانین مسلمانوں کی دینی زندگی ہوں اور ان سے خلاف شرع عمل پر مجبور ہونا پڑے، ان میں ترامیم کرنے کی کوشش۔  
۲) جو مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے ہیں ان کی سماعت کے لیے سے اسلامی کچہریوں (دارالقضاء) کا مطالبہ۔

نکاح : ۱) نابالغی کے نکاحوں کے متعلق غور اور اس امر میں مفید رہنمائی۔  
۲) نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سد باب کے لیے ایسے کامین کی ترتیب و تجویز جو عند الضرورت نافع و کارآمد ہوں۔

۳) مسائل نکاح، طلاق، جہر، عدت اور اس کے متعلقات پر مشتمل ایک کتاب مرتب کرنا جس کو کم علم بھی سمجھ سکیں۔ اور نکاح خوانوں پر اس کا مطالبہ کر دینا اور نکاح خوانی کے لیے کانفرنس کی طرف سے سند دینا یہ سند اسی دی جائے جو کتاب کا اچھی طرح سمجھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرے۔

اوقاف : ۱) اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔  
پاکستان : ۱) آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصولوں پر ایک آزاد بااختیار کامطالبہ۔

مسلم لیگ : ۱) تمام ایسے امور میں جس سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہنچے سستی کا تقاضا مسلم لیگ اور ہر جماعت کی بے دریغ تائید کر سکتی ہے اور دینی امور میں سنی کانفرنس اور ہر جماعت کی اصلاح اور صحیح رہنمائی کا حق رکھتی ہے اور کسی کی غلطی کی موید نہیں ہے۔

قارئین کرام ! آپ نے سنی کانفرنس بنارس کا دعوت نامہ اور کانفرنس میں غور و خوض اور منظوم کے لئے پیش آنے والے مسائل کی پوری پوری تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے، ذرا غور فرمائیے کہ یہ دعوت اور مسائل کتنے دور رس نگاہ اور نتائج کے حامل ہیں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ اور ان کے مخلص ساتھی حضرت صدر الافاضلؒ کی علمی اور ادبی لیاقت اور بالغ نظری کی داد دیجیے کہ انہوں نے آج سے تقریباً

۱۸ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس از محمد جلال الدین ستادری مدظلہ العالی ہفت روزہ "دبیر" سکندری رامپور جلد ۱۶ شمارہ نمبر ۱۶ بابت ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۵۔



نصف صدی قبل قوم کو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے کس قدر جامع پروگرام مرتب کر کے انقلابی قدم اٹھایا تھا۔ اسے کاش کہ عصر حاضر کے علماء و مشائخ بھی حضرت امیر ملت کے نقوش پاک کو اپنے رہبر اصول بنا کر قوم کی اصلاح، تربیت اور انقلابی روح بھونکنے کا عزم مصمم کر لیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا یہ فقید المثال اجتماع نہایت شان و شوکت سے انعقاد پذیر ہوا۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبہ روحانی اور سوادِ اعظم اہل سنت کے عامر الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد انہیں کشاں کشاں بنارس لے آیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء مشائخ و علماء، امراء، تجار، محنت کش، مزدور، غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے عوام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں لندن سے آئے ہوئے وزارتِ مشن لارڈ کریسٹوفر وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیات کی بناء پر عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا۔ ۱۹

وزارتِ مشن کو دعوت اس لیے دی گئی تھی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانان ہند کی شوکت اور ان کے سیاسی موقف کو یکسو خود دیکھ لیں۔ سوادِ اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت امیر ملت نے پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود کانفرنس میں کربئی صدارت کو زینت بخشی۔ ۲۰

یہ اجلاس بڑے ہنگامے کا اجلاس تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حسبِ عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرار داد لاہور (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شد و مد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائدِ اعظم کی حمایت و اعانت میں کمر بستہ ہو جائیں۔ حضرت امیر ملت بحق گوئی میں بغایت بے باک تھے۔ اجلاس سے قبل بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے ہی مجلس عقیدتِ خدمت والا میں عرض کر چکے تھے کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب فرمائیے کیونکہ بعض کانگریسی علماء نے ہنگامہ کر کے اس جلسے کو سبوتاژ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ چنانچہ حسبِ توقع جلسہ کو درہم برہم کرنے کے لیے شور و غوغا مچا، قائدِ اعظم پر کفر کے فتوؤں کا اعلان ہوا، غرض خوب ہنگامہ ہوا مگر حضرت امیر ملت قدس سرہ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آپ نے دلائل

۱۹۔ سات تارے، از حکیم محمد حسین بریلوی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۸۳۔

۲۰۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۱۰۸۔

قاطعہ سے قائد اعظمؒ اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی اور اس ارشاد باری تعالیٰ کا حوالہ دیا کہ :-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ رِزْقًا ۖ (پارہ ۱۶، سورہ یونس ۹۶) ۥ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے خدا ان کی محبت و مخلوقات کے دل میں پیدا کر دے گا ۥ

اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ

تم بتلاؤ، ہے کوئی بانی کالائے مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دوسرے مسلمان قائد اعظمؒ ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں۔ یہ تو قرآن شریف کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو، میں اس کو دلوں اللہ کہتا ہوں۔ (یاد رہے کہ قائد اعظمؒ، حضرت امیر ملت کے فیض محبت سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ قصوری)

آپ کے اس مدلل، دندان شکن اور مسکت جواب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونیؒ کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے انگڑے کے بعد آخر کار مخالفین دکانگریسی ایجنٹوں، کومنٹہ کی کھانا پیڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیر ملت زندہ باد"، "مسلم لیگ زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔

سچی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرارداد پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی وہ یہ ہے :-

① آل انڈیا سچی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکافی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

② نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے

۱۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۵، بابنامہ "انوار العرفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ ۱۵۔ ۱۶۔ "امیر ملت اور آل انڈیا سچی کانفرنس" ص ۵۲، ۵۳۔



یہ حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :-

- ۱۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ — (ف ۱۹۴۸ء)
- ۲۔ صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علیؒ — (ف ۱۹۴۸ء)
- ۳۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلویؒ — (ف ۱۹۸۱ء)
- ۴۔ مبلغ اسلام حضرت شاہ عبد العظیم صدیقی میرٹھیؒ — (ف ۱۹۵۴ء)
- ۵۔ فخر اہلسنت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ — (ف ۱۹۶۰ء)
- ۶۔ محدث اہل علم حضرت سید محمد محمد ثکچھوویؒ — (ف ۱۹۶۱ء)
- ۷۔ حضرت دیوان سید آل سول علی خاں سجادہ نشین اجیر شریفؒ — (ف ۱۹۴۳ء)
- ۸۔ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہورؒ — (ف ۱۹۶۸ء)
- ۹۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد الدین سجادہ نشین سیال شریف سرگودھاؒ — (ف ۱۹۸۱ء)
- ۱۰۔ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمن بھرنی شریف (سندھ)ؒ — (ف ۱۹۶۰ء)
- ۱۱۔ حضرت پیر محمد امین الحسناتؒ، مانگی شریف (سرحد)ؒ — (ف ۱۹۶۰ء)
- ۱۲۔ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خاں مدنی میسوری (خلیفہ امیر ملت)ؒ — (ف ۱۹۶۴ء)
- ۱۳۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری لاہورؒ — (ف ۱۹۶۱ء)

۳۔ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔

آل انڈیائی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی مسلم نمائندہ جماعت کی موجودگی میں آل انڈیائی کانفرنس کا قیام اور اس کی فعال کردگی وقت کی ایک اہم ترین ضرورت تھی چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو گیا، مگر آل انڈیائی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا یعنی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہمنوا اور حامی تھی لیکن وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کے حصول کیلئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود ایسے ضروری تھا تا کہ حضرت امیر ملت کی مقدس قیادت میں ملت اسلامیہ میں عقابان فوج بیدار کی جاسکے۔

چنانچہ سنی کانفرنس بنارس کے بعد حضرت امیر ملت نے پیرانہ سالی کے باوجود شہر رقبہ قصبہ اور گاؤں کاؤں کاؤں کر سنی کانفرنس کی شاخوں کو حیات نو بخشی اور حصول پاکستان کی جدوجہد کو تیز کر دیا حتیٰ کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سُرُج سے بھی روشن منزل پاکستان کی صورت میں مل گئی۔ ۲۲۔

## امیر ملت اور ساردا بل

۱۹۲۸ء میں ایک ہندو ممبر مسٹر ہربلاس ساردا نے لیجسلیو اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس میں حکومت برطانیہ سے کہا گیا تھا کہ ہندوستان میں کم عمری کی شادیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے اور ایسا کرنے والوں کو قید و جرانہ کی سزائیں دی جائیں۔

یہ بل اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد مشہور کیا گیا اور رائے عامہ سے استصواب کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی گئی جس نے ملک بھر کا دورہ کیا اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کر کے حکومت ہند کو پیش کر دی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب خاں (۱۸۷۹ء - ۱۹۴۲ء) ڈپٹی پرنسپل اسمبلی بھی شامل تھے۔ انہوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ منسلک کیا جس میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے علماء اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور جب تک مسلمانوں کے مقتدر علماء اور رہنماؤں کے بیانات شامل رپورٹ نہ ہو جائیں اس وقت تک اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

دریں اثنا مسلمانوں کے معتبر حلقوں کی جانب سے اس بل کی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر علماء و مشائخ نے صاف طور سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بل اسلامی احکامات کے خلاف ہے اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق مذہبی مداخلت ہے۔ علماء اہلسنت نے اخبار و رسائل میں صغریٰ کے نکاح کی شرعی حیثیت کے بارے میں مضامین و مقالات لکھے اور فتوے جاری کئے۔ اس ضمن میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری (۱۸۳۹ء - ۱۹۰۲ء) کا ایک مضمون ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۱ جون ۱۹۲۸ء میں اور ادارہ "الفقیہ" کی جانب سے ایک مضمون اس کی اشاعت ۱ اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔

**ساردا بل کی منظوری**

مسلمانوں کے اظہارِ ناپسندیدگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حکومت ہند اس بل کی حمایت کے لیے کھڑی ہو گئی اور سرکاری ممبران نے اعلان کر دیا کہ وہ اس بل کی حمایت کریں گے۔ چنانچہ یہ بل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو دوبارہ اسمبلی میں پیش ہوا اور اسے ۲۸ ستمبر کو منظور کر کے یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ العمل قرار دیا گیا۔



ساردا بل کیا ہے؟ یہ بل اس کے پیش کرنے والے مسٹر ہر بلاکس ساردا کی نسبت سے ساردا بل کے نام سے محکوم ہندوستان کی تاریخ کا حصہ بنا۔ اس کے پاس کئے جانے کے بعد مشائخ اہل سنت نے اس کے خلاف ایک بھرپور تحریک چلائی۔ اس کی مذمت میں قراردادیں منظور کیں اور اعلانیہ اس بل کی خلاف ورزیاں کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

یہ بل جو گیارہ دفعات اور چند ذیلی شقوں پر مشتمل تھا۔ اس کی اہم دفعات حسب ذیل ہیں :

اس بل کا نام تالون النسا و شادی بچکان ہوگا۔  
 تالون میں بچے سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر لڑکا اور ۱۵ سال سے کم عمر لڑکی ہے۔  
 جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کرے گا یا اس کی رہنمائی کرے گا یا رسم ادا کرے وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا کا مستحق ہوگا۔

ضابطہ نفوذاری ۱۹۲۸ء دفعہ ۱۹۰ کے باوجود پرنسپل انسپکٹر یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے ماتحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

اس کا نفاذ تمام برطانوی ہندوستان پر ہوگا۔

اس قانون پر عمل درآمد یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔

علامہ کے نزدیک ساردا بل کے ناقابل برداشت ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں :

① یہ قانون ایک بہت بڑے حکیم شرعی میں مداخلت کر کے اس کو باطل کرتا ہے کیونکہ نابالغوں کے ولیوں کو شریعت نے یہ حق عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے ان کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں اور یہ حق ولایت مذہب اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے۔ قرآن مجید میں صاف طور پر اس حق کا اعلان ہے :

وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ (پارہ ۱۸ - سورہ زور ۲۲)

اس آیت میں صراحتہً اولیاء کو نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس حق ولایت پر امت کا

اصولاً اتفاق ہے۔ شارح بخاری امام نووی تحریر فرماتے ہیں کہ :

”امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی نابالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح کرے۔“

مذہب اربعہ کی فقہ کی ہر کتاب میں اس مسئلے کا ایک مستقل باب موجود ہے۔

(۲) دوسری وجہ :- قانون ساردا بل ایک دوسرے حکم شرعی کو بھی باطل

کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَأَنكحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا قَدْ أَتَيْنَا فِي الْقُرْآنِ لَكُمْ ۚ وَأَنكحُوا بَنِيكُمْ وَأَنكحُوا بَنَاتِكُمْ وَأَنكحُوا بَنَاتِ بَنِيكُمْ وَأَنكحُوا بَنَاتِ بَنَاتِكُمْ ۚ وَتِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (پارہ ۴ : سورۃ النساء : ۳) دو دو، تین تین اور چار چار۔

اس آیه مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ بالغ جب چاہے نکاح کر سکتا ہے لیکن قانون ساردا بل اس حکم قرآن میں مداخلت کرتا ہے کیونکہ وہ اٹھارہ سال سے پہلے اجازت نہیں دیتا جبکہ لڑکا پندرہ سال کا بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

(۳) تیسری خرابی ساردا بل کی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ہمارے ہمارے مصلحت اور بہتری سے ناواقف تھا۔ العیاذ باللہ کہ نابالغان کے اولیاء کو ان کے نکاح کرنے کی اجازت دی اور بالغان کو اپنے نکاح کرنے کا اختیار دیا اگر وہ قانون ساردا بل کے مطابق نابالغ ہوں۔

(۴) چوتھی خرابی اس بل میں یہ ہوگی کہ مسلمان نوجوان بے حیائی اور فحاشی کی طرف راغب ہوں گے۔

(۵) پانچویں خرابی یہ ہوگی کہ جو قانون واجبات شرعی کے اوکرنے میں مجرم بنائے اُس سے بڑھ کر مذہبی مداخلت کیا ہوگی۔

ساردا ایکٹ کے اسلامی قوانین کے قطعاً خلاف ہونے اور اُس کی دنیاوی قباحتوں سے عامۃ المسلمین ارکان اہلی اور حکومت برطانیہ کو مطلع کرنے کے لئے علمائے دین نے جلسے منعقد کر کے حکومت کے اس اقدام کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور کتابیں لکھ کر اطراف و اکناف ملک میں پھیلائیں تاکہ مسلم رائے عامہ بیدار ہو کر اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

سنوئی ہندو امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء) نے بھی میدان میں اتر کر ساردا بل کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ انجمن خدام الصوفیہ جس کے آپ بانی و صدر تھے، کے پلیٹ فارم سے طول و عرض ہند میں جلسے منعقد کر کے انگریز حکومت کے خلاف اک لگاوی۔ ۲۳ نومبر ۱۹۲۹ء کو مسلم ہال، منگلور (ریاست میسور حال بھارت) میں بعد نماز مغرب آپ کی صدارت میں مسلمانان منگلور کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ تمام ہال کھپا کھپا بھرا ہوا تھا تلاوت قرآن پاک کے بعد لغتہ نظمیں پڑھی گئیں۔ مولانا محمد اسماعیل مائل اور مولانا عبد القدوس قدس نے ساردا بل کے خلاف نہایت ہی دلآویز اور موثر نظمیں پڑھیں اس کے بعد صدر جلسہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حکم سے خان بہادر محمد عباس خان



اور مولانا محمد عبدالغفور رئیس اعظم بنگلور نے سارواہل کے متعلق زبردست و مدلل تقریریں کیں۔ جن کا حاصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو سارواہل ایک سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ خان بہادر محمد عباس خاں نے اپنی تقریر کے اختتام پر وہ تاریخ پڑھ کر سنایا جو حضرت امیر ملت کی طرف سے بوساطت قری پرپس انگریزی اخباروں میں یوں شائع ہوا۔

”بنگلور، ۲۲ نومبر۔ تقدس مآب اعلیٰ حضرت پیرتید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری صدائے سخن خدام البصوفیہ جو ایک مذہبی انجمن ہے اور جس کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، آج کل بنگلور میں قیام فرماہیں انہوں نے جو مراسلہ نہرا کیلینسی دی والٹر سے بہادر کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اس میں وہ ظاہر فرماتے ہیں :

”میں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے دنیہ ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارواہل سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ سارواہل کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شریعت میں ایک قطع مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت پیرتید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو بالعموم اور یاران طریقت کو بالخصوص مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ سارواہل کے خلاف مدائے احتجاج بلند کریں۔ اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں اور والٹر سے صاحب بہادر کی خدمت میں اس مطلب کے بار روانہ کریں کہ سارواہل کا نفاذ شریعت اسلام کے منافی ہے۔ اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح مداخلت نہ کرے گی۔ لہذا مسلمانوں کو اس سارواہل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کر دیا جائے۔“

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ :

”میں نے اس سے قبل سیاسی امور میں بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں ہلائی۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔“

حضرات! جبکہ انگریز، ہندوستان میں آئے، اُس وقت سے اُن کی خواہش یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں اُن کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے، اُن کا

جوش ٹھنڈا پڑ جائے کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی حرارت اور مذہبی جوش رہے گا اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے۔ یہی اصول انگریزوں کا ابتداء سے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا۔ اور چاروں طرف ان کا اچھی طرح تسلط ہو گیا تو ولایت میں پادریوں نے ایک میسج کی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور اسلامی محبت کو دور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خریدے کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب اور ایمان جو کچھ ہے وہ قرآن مجید ہے۔ جب قرآن شریف ہی نہ ہوگا تو یہ اسلامی حرارت کہاں سے آئے گی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ حسن اتفاق کہیے کہ بڑے پادری سے ہمارے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی صاحب نے دوران گفتگو پوچھا کہ یہ قرآن پاک کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جا رہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب مجھے بڑے سمجھ دار آدمی۔ فرمایا، پادری صاحب! ہمارا قرآن شریف کاغذ میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے مگر ان ہزار ہا مسلمان حافظوں کو کیا کریں گے۔ جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کئی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی و صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں کتنے رکوع کتنی آیات اور کتنے حروف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری نے سنا تو بہت سٹ پٹایا اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دے دی۔ جواب آیا کہ قرآن مجید کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جائے۔

جب ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کافی مدد مل رہی ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت دور ہوتی جا رہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا شرک ہے، گویا مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت کو دور کرنا انگریزوں کی معاونت کرنا ہے۔ جیسے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے اس وقت سے آج تک کبھی انہوں نے



مسلمانوں کی بات کو نہ سنا۔ اُن کی تکالیف کا خیال نہیں کیا۔ بادشاہ کی عزت و شوکت کا انحصار اُس کی رعایا پر ہے۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کے ملک میں سوج غروب نہیں ہوتا مگر انصاف کو دیکھیے تو افسوس ہوتا ہے۔ میں نے یہ جو بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ وہ یہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جائے مگر ہماری آواز صدا بہ صوا ثابت ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ اُن کی فریاد سنی نہیں جاتی تو انہوں نے ہندوستان سے ہجرت کر دی لیکن حکومت نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ اب یہ نیا قانون جاری کر کے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح نہیں ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک شادی بیاہ مذہبی فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے تو نہ خود شادی کی اور نہ اپنے امتیوں کو حکم دیا۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ مذہب نے والدین کو ولی قرار دیا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ دو روز کی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کر دینے کی اجازت ہے۔ وہ والدین جو کمسنی میں اپنے بچوں کی شادی بیاہ کر دیں گے موجودہ قانون کے تحت مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ جب اس طرح اعلانہ ہمارے مذہب میں مداخلت ہو جائے تو ہم رہیں کہہ رہے۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دیئے دیئے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گزارہ ہوگا جب نکاح کرنے کے لیے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا؟ حکومت کو چاہیے کہ پہلے ایک ایسا قانون بنائے۔ کہ ہر شخص پر نکاح لازمی ہو۔ ہم مسلمان ہیں اس لیے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ اس قانون کا نفاذ ہو گیا تو سب سے پہلے میں ہی قانون شکنی کروں گا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس دس برس کی عمر والی لڑکیوں کے نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار نکاح کرادوں گا۔ ہم میں ابھی اسلامی حرارت موجود ہے۔ ملکہ و کٹوریہ آنجنہانی نے جب عثمان حکومت کو ہاتھ میں لیا تو یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہ کرے گی اور اس کو قدیم مرتد بہ رسوم سے بھی کچھ تعلق نہ ہوگا تو پھر یہ مداخلت کیسی؟ نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کیسی؟ جس درخت کی جڑ نہیں ہے اس کی شاخیں کس طرح کاٹی جائیں گی۔ ہم ایک لڑکی کو اس کے پیدا ہوتے ہی نکاح کر دیں گے۔ حکومت کو اس سے کیا تعلق؟ یہ ہمارا خاکی معاملہ ہے۔ آج اس میں دخل دیا گیا

ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسور میں آج اگر یہ قانون نہیں ہے تو کل نافذ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی عالم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا رتبہ مل جائے تو اس سے بڑھ کر سعادت دارین کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کے اس پُر اثر خطاب کے بعد یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مسلمانان بنگلور کی طرف سے وائسرائے بہادر کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ مسلمانوں کو ساردا بل سے مستثنیٰ رکھا جائے جو نجوشی منظر کر لی گئی۔

ازاں بعد جلسہ کی کاروائی اور آپ کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کو اشتہار کی صورت میں چھاپ کر پورے ہندوستان میں تقسیم کیا گیا۔ یہ اشتہار "مدینہ پریس پراڈوٹرز روڈ معسکر بنگلور" سے چھپا اور بطور المشرق سید اکبر، شولہ مارکم روڈ بنگلور کا نام درج ہے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو انجمن خدام الصوفیہ کو ایک رصوبہ سرحد کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ساردا بل کے خلاف زبردست تقریریں ہوئیں اور وائسرائے ہند کی خدمت میں اس بل کے خلاف تیار روانہ کیا گیا۔

۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ریتک شہر (مشرقی پنجاب، بھارت) میں مولانا قاضی حفیظ الدین ریتکی دفینا ناظم انجمن خدام الصوفیہ ریتک نے ایک جلسہ زیرِ صدارت خاں عبدالرحیم خاں سوداگر چوب منعقد کیا اور حاضرین کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور قرارداد منظور کی گئی کہ وائسرائے ہند کی خدمت میں تیار دیا جائے کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس ایکٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شرعی میں مداخلت کا حکم رکھتا ہے اور پھر حسبِ ذیل تیار وائسرائے کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔

"انجمن خدام الصوفیہ ریتک درخواست کرتی ہے کہ ساردا ایکٹ کے نفاذ سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کیا جائے کیونکہ اس ایکٹ سے مسلمانوں کے امور شرعی میں مداخلت ہوتی ہے۔"

۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء بروز اتوار رنجی شام انجمن خدام الصوفیہ اگرہ شہر نے ایک جلسہ منعقد کیا اس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر پڑھ کر سنائی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو بعد نماز جمعہ مسجد حاجی پیر بخش گجرات (پنجاب) میں اہل



گجرات و دیہات کا ایک عظیم الشان جلسہ پیر سید ولایت شاہ (۱۸۸۸ء - ۱۹۷۰ء) صدائے سخن خدام الصوفیہ گجرات کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور زبردست تائید و حمایت کی گئی۔ مولوی عمر دین اور منشی احمد دین (۱۸۹۷ء - ۱۹۸۰ء) جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ گجرات نے سارواہل کے خلاف تقریریں کیں اور حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

✖ چونکہ سارواہل ایک مسلمانوں کی شریعت کے خلاف ہے اور ہم لوگ کسی طرح اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس واسطے اس کو مسلمانوں کے لیے منسوخ کر دیا جائے ورنہ ہم ہر طرح سے اسلام کے لیے اپنی جانی و مالی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

✖ والٹر رائے ہند بہادر کی خدمت میں تار روانہ کریں گے کہ ہم لوگ مسلمان اس کے مخالف ہیں کیونکہ یہ قانون شریعت کے خلاف ہے۔ اس واسطے ہم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاوے۔ بعد ازاں والٹر رائے کو تار بھی روانہ کیا گیا۔

۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو بنگلور سے حضرت امیر ملت واپس علی پور سیدان تشریف لائے تو بعد نماز مغرب مسجد نور میں حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا سالانہ ختم تھا۔ آپ کے ارشاد مبارک کے مطابق مولانا محمد عبد الغنی (۱۹۲۳ء) مدرس مدرسہ خفغیہ سیالکوٹ اور پیر سید ولایت شاہ گجراتی (۱۸۸۸ء - ۱۹۷۰ء) نے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر کے آخر میں سارواہل کے نقائص بیان فرمائے اور جملہ حاضرین کو متنبہ کیا کہ :

”اگر خدا نخواستہ یہ بل پاس ہو گیا تو تمہیں اس کی مخالفت کرنی ہوگی آپس میں ہی نکاح خوانی کرو اور آپس میں ہی شاہدین جاؤ۔ کیونکہ ہم اس حد تک بادشاہ کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں جہاں تک اسلام اجازت دے۔ جب ہمارے دین کے مسائل میں دست اندازی کی جاوے گی تو ہم ضرور خلاف ورزی کریں گے۔“

سب حاضرین و سامعین نے اُمناکہ کر بائقہ بلند کئے۔

سارواہل کا نفاذ :- والٹر رائے ہند جسے ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے علاوہ چند غیر فرودش مسلمانوں کی حمایت بھی حاصل تھی، اُس نے اسمبلی کی تجویز کے مطابق اس بل کو یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ کر دیا۔ اس دن حضرت امیر ملت، راولپنڈی میں بسلوہ افروز تھے۔ جو نہی اس بات کا علم ہوا، علم جہاں بلند کر دیا۔ چنانچہ اسی دن ہی آپ کے حکم پر ملک کے طول و عرض میں سارواہل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مختلف شہروں میں کئی مقامات پر نابالغاں کے نکاح پر مجھے گئے۔ گرجا توالہ

میں مولانا عبد العزیز نے دونوں بالوں کیوں کا نکاح پڑھایا۔ پشاور میں کثیر التعداد نابالغوں کے نکاح پڑھائے گئے اور نکاح ناموں کی نقول ڈی سی پشاور کو بھیج دی گئیں۔ شہر میں مکمل ہڑتال رہی اور ایک دولہا کو نکاح کے بعد گھوڑے پر سوار کر کے تقریباً دس ہزار آدمیوں کے جلوس کے ہمراہ تمام شہر میں پھرا گیا۔ لدھیانہ میں یکم اپریل کو ہی تین بارائیں خوب دھوم دھام سے نکالی گئیں اور ان نابالغان کے نکاح پڑھائے گئے۔

۳ مئی ۱۹۳۰ء کو برقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیڈیاں خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمایا کہ :

”حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بادشاہ نے رعیت کے اہل و عیال پر تسلط نہیں کیا۔ اولاد کے اختیار والدین پر منحصر رہے خواہ کسی ملک کے ہوں۔ آج انگریزوں نے ہمارے بال بچوں پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ تم اپنے بال بچوں کے نکاح نہیں کر سکتے اگر اس حد تک کوئی نکاح کرے گا تو تین ماہ قید اور ہزار روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اور خداوند عالم نے تو والدین کو اختیار دیا ہوا ہے مگر اب اولاد پر ماں باپ کا تسلط نہ رہا۔ انگریزوں کا ہمد تھا کہ ہم کسی کے مذہب میں تعارف نہیں کریں گے نہ کسی کے رسم و رواج میں دخل دیں گے۔ اب انگریزوں نے رسم و رواج اور مذہب میں دخل دیا ہے۔ ہم اپنی شریعت کے پابند ہیں، اگر کسی نے ہماری شریعت میں دخل دیا تو ہم ضرور اُس کے خلاف چلیں گے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے احساسات کی پروا کئے بغیر ہندو نوازی اور مسلم آزاری کے پیشی نظریہ قانون بنایا ہے۔“

پھر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے جوہر ملت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ صاحب (۱۹۱۱ء - ۱۹۸۰ء) کا نکاح اپنے برادر اکبر سید نجابت علی شاہ (۱۸۸۰ء - ۱۹۱۸ء) کی پوتی سے جس کی عمر اُس وقت ۱۳ برس کی تھی منعقد کیا۔ دولہا کو سہرا پیر صاحب چورہ شریف نے باندھا اور یوں سارا ایکٹ کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ اور انگریز حکومت اپنے بنائے ہوئے قانون کا خشر و کچھ کر لے لے بیکی کی تصویر بننے نظر آئی۔



## ماخذ

- سیرت امیر ملت " از میڈ اختر حسین شاہ علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیدان  
۱۹۷۵ء ص ۴۴۸ تا ۴۵۴ -  
" تذکرہ شہ جماعت " از میڈ حیدر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۸۵ تا ۸۸ -  
" سارواہیل اور اسلام " از مولانا سلطان محمد مطبوعہ دہلی طبع دوم ص ۴ -  
ماہنامہ " الزار الصوفیہ " سیالکوٹ بابت جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۳، ۱۴، ۲۲، ۳۳، ۳۴، ۳۹، ۴۰ -  
ماہنامہ " فیلبے حرم " لاہور بابت جون ۱۹۹۵ء ص ۷۵ تا ۸۶ - مضمون پیرزادہ عابد حسین شاہ -  
ہفت روزہ " العقیقہ " امرتسر بابت ۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴،

# امیر ملت اور تحریک پاکستان

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نظریہ پاکستان کی خشت اول آفتاب ہند امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (ف ۱۶۲۲ء) قدس سرہ النورانی نے دین اکبری کا قلع قمع کر کے رکھی تھی لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہوتے ہی فرنگی سامراج نے اپنا تسلط جا کر اسلامیان برصغیر کے قلب و جگر سے روح جہاد ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں تاکہ یہاں پر کفر و ظلمت کے گھاٹوپ اندھیرے ہی چھائے رہیں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے :-

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کوڑے کے فرنگی تخلیات اسلام کو حجاز و مین سے نکال دو

۱۸۵۷ء میں مجاہد کبیر امام معقولات و منقولات حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء) رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگی جبر و استبداد کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن برادران وطن کی سازشوں اور لیشہ وانیوں نے ان کے مشن کو ناکام بنانے میں سر دھڑکی بازی لگا دی اور عرصہ تک علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین خاموشی سے گزراوقات کرتے رہے مگر بیسویں صدی کے شروع میں انگریز اور ہندو نے اپنے باہمی اسلام دشمن منصوبوں سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو اسلام کے ایک بطل جلیل سنوی ہند امیر ملت پیر سید حافظ محمد جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری (۱۸۳۱ء - ۱۹۵۱ء) میدان جہاد میں آکھڑے ہوئے اور پھر دوسرے علماء و مشائخ کو بھی حجروں سے نکال کر اسلام کے ازلی وابدی دشمنوں کے مقابل لاکھڑا کیا۔ یہ نکل کر خالق ہوں سے ادا کر رکھ شیری کہ فقر خالق ہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

امیر ملت جلوت پسند تھے، ان کی زندگی حرکی (DYNAMIC) تھی، سکونی (STATIC) نہ تھی حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ سلاسل طریقت کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اسی "حرکت پسندی" کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سلسلہ مجاہدوں اور حریت پسندوں کا



سلسلہ ہے چنانچہ تاریخ پاک و ہند لکھنے والا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ان تاریخ ساز شخصیتوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ سیف الدین، حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی، حضرت خواجہ عبدالاحد، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت امیر مملکت پیر پتہ محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اس سلسلہ کے بے شمار اکابرین میں جن کی تاریخ مرتب کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت امیر مملکت کی حیات مبارک مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے۔ آپ نے پاک و ہند میں مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے شمال تک سفر کیا اور خوابیدہ قوم کو بیدار کیا، فتنہ ارتداد، شذھی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک آزادی کشمیر، تحریک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انجمن حمایت اسلام لاہور، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد تحریکوں میں قائدانہ اور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک نہری باب ہے اور نژاد نو کیلئے مشعل راہ۔

۱۹۰۶ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈروں مثلاً مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء)، نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء)، نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء)، حکیم اجل خاں (ف ۱۹۲۷ء) اور جسٹس شاہ دین ہمایوں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں والی ڈھاکہ (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سرحد کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کا اعلان کیا تو حضرت امیر مملکت قدس سرہ کے میلانات طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور آپ نے اس کے کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دل سے درے قلمی سخنے اور قدسے حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظمؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جداگانہ قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائد اعظمؒ کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ اُس وقت حیدر آباد کن (انڈیا) میں مقیم تھے۔ وہاں سے قائد اعظمؒ کے نام ایک ہمدردانہ و بہت افزا پر خلوص خط مع تبرکات ممبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:-

”قوم نے مجھے امیر مملکت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا، لیکن میں ستر سال کے قریب عمر کا ضعیف ناتواں ہوں، یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرض تصور کرتا ہوں۔“

میں اور میرے نموتسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے آپ مطمئن رہیں۔

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے اپنے تبلیغی و دعوتی مہموں کے دوران پشاور سے  
اس کے ساتھ ایک بھائی گم گھر پہنچایا حتیٰ کہ مسلم لیگ کے رخصت کر کے چلے جاتے ہیں پھر اسلام آباد میں گئی  
اور بوڑھے بچے جوان کی زبان پر مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔

حضرت امیر ملت نے اپنے صاحبزادے، خلیفہ اور مریدوں کو حکم دیا کہ وہ مولوی جان سے مسلم  
لیگ کی حمایت کریں، کینیت اختیار کریں اور قائد ملت کے پیارے بن کر مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیں جیسا  
کہ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی سیرت زاہد محمد غزنوی نے بھی دف ۱۹۹۸ء (۱۰) اپنی ایک انٹرویو میں بیان کرتے  
ہیں۔

۱۹۳۶ء میں میر سیر و مرشد امیر ملت حضرت سیر سیر چاہت علی شاہ  
محمد علی پور سیدان ضلع راولپنڈی نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور ان  
نے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لیے مرشد محمد علی جناح کے ایک  
پیارے کی حیثیت سے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ میرے والد صاحب نے میرے  
پیر و مرشد کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ  
کنفیڈنسی کا اجلاس لاہور کے مچھلی دروازہ کے برکت علی محمد ہال میں منعقد ہوا  
تھا۔ میں نے میٹنگ کے وقفے کے دوران مرشد محمد علی جناح کو اپنے پیر و مرشد  
اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کئے جن میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے  
میرے لیے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا مقرر ہے، ہم نے اس کی  
زندگی مسلم لیگ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اسے اپنے سپاہیوں میں شامل  
فرمائیں۔ مرشد محمد علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شریک علی مرحوم سے  
مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ نوجوان ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہمارا نیا ہیر  
اول ہے۔"

اوائل اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملت نے کوہاٹ، پشاور اور راولپنڈی کا دورہ فرمایا  
اور کانگریس کی خوب قلعی کھولی اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں مدلل تقریریں کیں۔ کوہاٹ میں آپ نے  
مسلمانوں کو تاکید فرماتے ہوئے ارشاد کیا :-

سب مسلمان آپس میں متفق ہو کر اسلامی جھنڈے تلے آ جاؤ، ہندو مسلمان  
کا ہرگز خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل اطراف عالم میں جو مظالم ہندوؤں کی طرف سے



مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں کسی فرد و بشر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے مظالم کو سامنے دیکھ کر اب بھی اگر کوئی مسلمان ان سے احتلاط کرے خواہ وہ مولوی ہو یا عالم اس کو اسلام سے کیا تعلق اور مسلمانوں کو اس سے کیا ملاپ۔ ایسے نام نہاد مولویوں سے ان کو تقویت پہنچی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کر رہے ہیں۔

آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرے اور نام نہاد مسلمان رہنماؤں پر سب سے سچے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یا مولا کریم۔

۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پورہ سیال کوٹ میں خطبہ جمعہ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے "حقانیت اسلام کے موضوع پر" ۲ گھنٹے کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا :-

"مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے دوسرا کفر کا۔ تم کس جھنڈے کے سائے میں ہو گے؟ سب حاضرین نے متفقہ آواز سے کہا: اسلام کے جھنڈے کے سائے میں۔ پھر اپنے کلمہ شہادت پڑھوا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بلند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر ان میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ ان سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتاؤ نہ رکھیں گے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ ان کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے۔"

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند علی پور سیدان کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے فرمایا کہ :-

ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں، کیونکہ اس وقت کفر اور اسلام کی آپس میں جنگ ہے ایک طرف کفر کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف اسلامی پرچم ہے جو مسلم لیگ کا ہے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس وقت مسلمانوں کو بچانے کے لیے اور اسلامی شعار کی حفاظت کے لیے تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔"

حضرت اقدس کے اس اعلان کے بعد لوگ دھڑا دھڑا مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے حتیٰ کہ جلد ہی مسلم لیگ عوامی جماعت بن گئی حضرت کے مریدوں نے پورے ملک میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کر کے تحریک پاکستان کو ایک ولولہ نمازہ بخشا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو حضرت نے صوبہ سرحد کے مریدوں کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔

گزشتہ سطور میں ۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کے سالانہ اجلاس علی پور سیدان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظمؒ کی ملت اسلامیہ کیلئے گرانقدر خدمات اور مساعی جمیلہ کا اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ ”اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

دسمبر ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملتؒ براہ کراچی عازم حج ہوئے۔ بخشی مصطفیٰ علی خان (خلیفہ امیر ملت، ف ۱۹۷۴ء) بھی قدموں کے ساتھ تھے۔ جہاز کی روانگی کے انتظار میں چار دن کراچی قیام کرنا پڑا۔ اس اثنا میں کراچی شہر کے قاضی صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ مسلم لیگ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگریس میں شامل ہوں، دوسری زور لگاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں۔“

آپ نے جواب فرمایا :-

قاضی صاحب! آپ کے سامنے دو علم ہیں، ایک حق کا دوسرا باطل کا۔ فرماؤ! آپ کون سا علم پسند کریں گے؟ مرنے والی تو کیا باطل کے علم کے نیچے مرنے والی نہ ہو گے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ حضور! مسئلہ سمجھ میں آگیا۔ ۹

۱۹۳۹ء میں برصغیر میں پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و علمی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ حضرت امیر ملتؒ نے اپنے مرید خاص پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن سلم یونیورسٹی علی گڑھ کو اس کام پر مامور کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف ۱۹۷۴ء) کے تعاون سے ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان ”ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل“ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے ”علی گڑھ پاکستان سکیم“ کے نام سے شہرت عام بقلائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ سلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہ کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید و حمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ”علی گڑھ سکیم“ ایک نشانِ اعظم کا حکم رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلے میں حضرت امیر ملتؒ کے مشورہ پر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) اور حکیم الامت علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کو بارہا حکیم الامت کی خدمت میں بھیجا۔ ۱۰



ڈاکٹر یحییٰ ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) کا خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی علیحدہ قومی حیثیت جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور دوسرے چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ)۔ مدنا پورہ، بہار کا ضلع پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ (مال کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لیے ہی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

۱۹۴۹ء میں جب کانگریس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگریس ذات سے متعفی ہو گئی تو مسلمانوں میں ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ہندوؤں کی ایذا رسانیوں اور ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی۔ اس پر حضرت قائد اعظمؒ نے ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جمعہ المبارک یوم نجات منائیں اور بعد نماز جمعہ دو غسل شکرانہ کے خداوند قدوس کی بارگاہ میں اکریں۔ فیصلے کو مسلمانوں اور دوسرے پسماندہ فرقوں نے نہایت جوش و خروش سے قبول کیا۔ پورے ہندوستان میں جلسے ہوئے جن میں کانگریسی حکومتوں کے مظالم کا ذکر کیا گیا۔ اور ان سے نجات پانے پر شکر ادا کیا گیا۔

حضرت امیر ملتؒ نے دربار عالیہ علی پور سیدال (سیالکوٹ) میں شایان شان "یوم نجات" منانے کا اہتمام فرمایا اور تاریخی مسجد نور میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو غسل شکرانہ ادا فرمائے اور پھر اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور "یوم نجات" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:-

"دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کون سے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے آواز بلند کیا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔ پھر اپنے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو تم ان کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔" ﷺ

اس کے بعد جوں جوں قائد اعظمؒ کی زیر قیادت مسلم لیگ کی خدمات منظر عام پر آتی گئیں حضرت امیر ملتؒ کی توجہ مبارک زیادہ سے زیادہ اس طرف مبذول ہوتی گئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قرار داد پاکستان منعقد ہوا تو حضرت نے آل انڈیا کانفرنس کی نمائندگی کے لیے مولانا عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء) اور مولانا عبدالغفور نزاروی (دف ۱۹۷۰ء) کو بھیجا جبکہ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی اس وقت نوجوان طلباء کی نمائندگی کر رہے تھے۔  
اول الذکر دونوں حضرات تو مسلم لیگ کے باقاعدہ ممبر، مبلغ اور جانثار خادم بھی تھے اس موقع پر حضرت امیر ملتؒ نے ایک بیان جاری فرمایا کہ :-

مسلم لیگ ہی ایک اسلامی جماعت ہے۔ مسلمانوں! سب اس میں شامل ہو جاؤ، اگر اس میں شامل نہ ہو گے۔ تو اور کون سی جماعت ہے جو مسلمانوں کی ہمدرد ہو سکتی ہے۔ کانگریس سے اس بات کی توقع رکھنا کہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔ ۱۷

انہی دنوں قائد اعظمؒ علیحدہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تھے حضرت امیر ملتؒ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار داد پاکستان کے مبارک موقع پر جس میں ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر قائد اعظمؒ کو اپنی بھرپور تائید و حمایت کا یقین دلایا۔ تار کا مضمون یہ تھا :-  
”فیقر مع نذر و جمع اہل اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و مدارج کے لیے دعا کرتا ہے۔“ ۱۷

۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو طہر کے وقت خاکسار کارکن فرسیت صابر آف مزنگ لاہور نے قائد اعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیر ملتؒ ان دنوں حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب مسلمانان حیدرآباد دکن محبوب رہنما لسان الامت قائد ملت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگؒ (دف ۱۹۴۴ء) صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و صدر مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن عجیب بریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ فرساختہ سنائی۔ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فوراً روبرو قبیلہ ہو کر حضرت قائد اعظمؒ کی صحت و سلامتی اور درازی عمر و کامیابی مقاصد کے لیے دعا مانگی۔ دوسرے دن آپ نے بقلم خاص قائد اعظمؒ کے نام ہمدی و مزاج پرسی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگؒ دوبارہ حاضر ہوئے



اپنے اپنا مکتوب ان کو سنایا اور پھر تو اب صاحب کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ ٹاپ کر کے  
مل تحریر کو اس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر لمبی نسخہ قرآن مجید، ایک نخلی جانا نماز، ایک  
سبح، ایک شال، ایک مرنی آب زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخشش مصطفیٰ علی خاں (وف ۱۹۷۴ء)  
ملیفہ امیر ملت و سابق ڈی ایس پی بنگلور، قائد اعظم گوروانہ فرمائیں۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے مکتوب گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا

خاکہ ۱۔

”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوششیں آپ کر  
رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص  
ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں اردو کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔  
نمود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ علیہ السلام  
علیہ السلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین  
کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔“

اب جو یہ جملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے خالص نیک ہے۔ آپ  
کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول  
مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے  
نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرماتا چاہتا ہے، اس کے دشمن پیدا کرتا ہے۔  
میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور  
میرے تمام یاران طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں  
کہ اپنے مقصد سے ذرا بھڑ نہیں ہٹیں گے۔“

بخشش صاحب جب حضرت امیر ملت قدس سرہ کا مکتوب گرامی لے کر جانے لگے تو زو اب  
بہادر یار جنگ بھی تشریف لے آئے اور بخشش صاحب کو اپنی طرف سے حضرت قائد اعظم کے نام مندرجہ ذیل  
خط دیا۔

حیدر آباد دکن

۳ اگست ۱۹۴۳ء

مالی ڈیر مسٹر جنرل

حامل رقمہ ہذا خان بہادر بخش مصطفیٰ علی خاں، امیر مملکت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب دمحدث علی پوری کے پیغامبر ہیں جن کے پورے ہندوستان میں لاکھوں مرید اور جانثار موجود ہیں۔ وہ مفتی، کفایت اللہ (دہلوی، دیوبندی)، مولانا احمد سعید دہلوی دیوبندی، اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہر قسم کے سیاسی جوڑ توڑ سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے مذہبی تشخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، میں نے ان کو آپ کا مداح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لئے بڑے نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں ان کے اخباری بیان نے ان کے مریدین پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت، اور اثر و رسوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر مملکت نے اپنی پیغامبر کے ذریعے آپ کے لئے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کئے ہیں۔ ان تحائف میں قرآن حکیم کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو یمن میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے پیغامبر کو چند منٹ کے لئے ملاقات کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جوابات تلاش و شکر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لئے بڑا سودمند ہوگا۔

میں آپ کی صحت یابی اور درازی عمر کے لئے دعا گو ہوں۔

آپ کا مخلص ترین

محمد بہادر خاں "ٹٹ"

بخش صاحب خط اور تحائف لیکر بمبئی گئے۔ مالا بارہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ خدمتہ القوم فاطمہ جناح (مادر مملکت) سے مل کر خط اور ان کے سپرد کر آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیر مملکت کو مطلع کیا۔ چند روز بعد (۱۱ اگست ۱۹۴۳ء) کا لکھا ہوا قائد اعظم کا خط آیا جس میں انہوں نے سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ: "جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کبھی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہوں گا۔ آپ کے قرآن شریف



اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا انگریزی ترجمے میں نے منگو لیے ہیں ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانا تا آپسے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرے حکم کیونکر مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا تسبیح آپسے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے میں اس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا ۱۸

جب قائد اعظم کا مکتوب حضرت امیر ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور

”میں حیدرآباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناب صاحب کمپنی میں ہیں۔ استغناء بعد مسافت پر ان کو میرے ماضی الغیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ درآں حالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناب صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی ۱۹

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائد اعظم نے یہ خط لکھا

۱۱ اگست ۱۹۳۳ء

ذیئر نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف کا ایک نسخہ مدینے کی بنی ہوئی جانا نماز، تسبیح اور رزم اپنے پیغمبر خان بہادر بخش مصطفیٰ علی خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو ان کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے پیغمبر کو خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ البتہ مس جناح نے ان کا استقبال کیا اور دو تحائف وصول کئے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔ تشریش کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا سلام قبول ہو۔

آپ کا پر خلوص

ایم اے جناح ۲۰

۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملتؒ نے ضلع ہوشیار پور و حال مشرقی پنجاب انڈیا کے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے کمر بستہ کیا۔ ایک ہی جلسے کی رو برو مولانا شاہ محمد جعفر پھلواریؒ (دف ۱۹۸۲ء) سے سنئے :

۱۹۴۴ء میں قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ کی زیر صدارت دوسوہہ ر ضلع ہوشیار پور ایسے بہت بڑا جلسہ تھا جس میں مجھ کو بہ نظر محبت مدعو کیا گیا۔ میں نے معذرت لکھ کر بھیجی کہ حالات کے پیش نظر نہیں پہنچ پاؤں گا۔ یکایک ایک دن پہلے تار ملاً کہ دوسوہہ کے جلسے میں پہنچو۔ یہ تار قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ کی طرف سے تھا جس کے بعد میرے لیے انکار کی گنجائش نہ رہی لہذا میں حاضر ہوا۔ یہ جلسہ بہت ہی کامیاب اور کامران ہوا۔ حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ نے مسلم لیگ کی اہمیت اور پاکستان کے موضوع پر با اثر اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تقریر فرمائی۔ ہندوؤں کی مکاری اور انگریز کے خلاف جو مسلمانوں کے مقابلے میں آریہ سماجی ہندوؤں اور برہمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، کے متعلق وضاحت سے تقریریں فرمائیں۔ اے

۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو تالاب شیخ مولا بخش سیالکوٹ کے وسیع پیمانے پر  
مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے یہ  
سرپرستی فرمائی۔ دے دے قلمی سخنیں قدمے مجمل تعاون فرمایا۔ قائدین مسلم لیگ کو اس اجلاس  
شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ نواب بہادر یار جنگ (ف ۱۹۴۴ء) کو بھی حضرت اقدس نے اس تارک  
یادگار اجلاس میں دعوت شرکت و خطاب دی۔ نواب صاحب نے اس کا ذکر خیر ایسے ایک خط بنا  
نظر اللہ خاں وکیل جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ پر وانشل مسلم لیگ کانفرنس حاتم الدین سٹریٹ  
سٹی محترمہ ۱۰ فروری ۱۹۴۴ء میں اس طرح کیا ہے :

”مکرمی! خط اور حضرت مولانا جناب علی شاہ صاحب کا ارشاد  
وصول ہوا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن اجلاس کی توارتخ سے واقفیت کا انتظار  
ہے کیونکہ میں نے اس دفعہ پنجاب کی آمد پر بعض اور جلسوں میں بھی شرکت کا وعدہ  
کر لیا ہے۔ جیسے ہی تاریخوں کا تعین ہو مطلع فرما کر جنمونی کیجئے۔“

جون ۱۹۴۳ء میں حضرت امیر ملت، سری نگر (کشمیر) میں تشریف فرما تھے کہ قیامت



جوہری غلام عباس دف ۱۹۶۷ء جو آپ کے مرید صادق تھے، قائد اعظمؒ کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائد اعظمؒ کی پُر تکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے دسترخوان پر چنے گئے اور کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتا پر یا گشتا بہ نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظمؒ کو تالیف مرحمت فرمائی اور کامیابی و کامرانی کی دعا فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ سب لوگ سلم لیگ کے لیے وقف ہو جاؤ اور دسے درے قدمے قلمی سختی کے محرک پاکستان کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یاد ہے کہ اس تاریخی اور بے مثل دعوت میں کشمیر اور بیرون کشمیر کے روٹا و ٹاڈین بھی شامل تھے۔ ۳۳

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مؤرخ اور صحافی کلیم اختر (دف ۱۹۹۶ء) کی زبانی سنئے۔

”۱۹۴۴ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ علیہ سرینگر میں تھے۔ آپ کا قیام ہوسس بوٹ میں تھا۔ جموں اور سرینگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہزاروں مریدین تھے۔ جموں میں قاضی خاندان اُن سے بیعت تھا، جموں تشریف لاتے تو قاضی امیر الدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی ظہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ہاں قیام فرماتے۔ جوہری غلام عباس مرحوم کو بھی اُن سے عقیدت و محبت تھی۔ میرے بتایا ماسٹر غلام حیدر مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر حضرت صاحب کے مرید تھے۔“

سرینگر میں ۱۹۴۴ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظمؒ محمد علی جناحؒ کے اعزاز میں نشاطِ بلاغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاؤں ٹیکے لگائے گئے اور قائد اعظمؒ محمد علی جناحؒ نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کی اس دعوت میں سرینگر کے معززین کے علاوہ اُن کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائد اعظمؒ محمد علی جناحؒ نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ اور اُن کے رفقاء کا رے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ایک مرید نے ایک ڈبر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اُس میں سے ایک سگار نکال کر قائد اعظمؒ

محمد علی جناح کو پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگاز نکال  
محمد علی جناح کو پیش کیا جسے انہوں نے لیا اور سگالیا۔ بعد میں حضرت پیر  
جماعت علی شاہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین  
نے سگاز کیوں پینے کے لیے دیا۔

آپ نے فرمایا: ”آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف  
ہیں۔ یہ کھانے کے بعد سگاز پیتے ہیں اور میرے جہان میں میری نظروں میں  
اس کا درجہ ولی سے کم نہیں ہے۔“

یہ جواب سن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت  
پیر صاحب نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تلقین بھی کی۔

دعوت سے فارغ ہو کر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈا  
عطا فرمائے، ان میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور  
کفر کا۔ پھر قد آور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگی  
پر کامل یقین کرتے ہوئے قائد اعظم نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ :

”میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے  
فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی  
زبان مبارک کو ضرور سچا کرے گا۔“

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیر زاہد محمد انور غازی چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی  
تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجئے !

”۱۹۴۴ء میں سیالکوٹ کے بعد قائد اعظم، کشمیر تشریف لے گئے۔

وہاں ان دنوں میرے پیر و مرشد حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب  
محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سرینگر میں تشریف فرما تھے جب حضرت صاحب  
کو حضرت قائد اعظم کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت  
سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدان خاص الحاج الہ دہا یا لال پوری اور  
الحاج غلام جیلانی (جیلانی ٹینٹ سروس راوی رٹولا پورہ) کے ہمراہ دعوت عصرانہ کی  
دعوت دینے کے لیے بھیجا، قائد اعظم نے بخوشی حضرت امیر ملت کی دعوت قبول فرمائی۔



آپ جب دعوت میں شرکت کے لیے پہنچے تو ہمارے حضرت صاحب کے تمام مریدین اور معتقدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائد اعظمؒ کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ قائد اعظمؒ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائد اعظمؒ نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا کی درخواست کی جس پر آپ نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائد اعظمؒ کی درازی عمر اور صحت کے لیے خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائد اعظمؒ کو نہایت قیمتی سگار کا تحفہ پیش کیا حالانکہ حضرت صاحبؒ کی محفل میں کوئی شخص بھی سگریٹ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائد اعظمؒ کے رخصت ہونے کے بعد آپ کے مرید خاص حاجی اللہ ودھایا نے نہایت عاجزی سے استفسار کیا کہ حضورؐ نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۳۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیروں لیڈر حضرت مولانا شوکت علیؒ اسی عقیدت، نیاز مندی اور خلوص سے قائد اعظمؒ کا احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔ مولانا شوکت علیؒ مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائد اعظمؒ کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ”میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی قوت ہے، وہ جناح صاحب کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مخلص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور ترکیب برتری کے جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔“

اسی طرح میرے پیر و مرشد نے اپنے مرید خاص سے فرمایا: ”میرے جناح، اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرت کا ملکہ اس کے مسلمانوں کی آزادی کے ”ہیرو“ کا کام لینے والی ہے۔ اس لیے میرے مریدین اور معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف جناح کا ادب و احترام کریں بلکہ ان کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔“ یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیے جب بھی جلالِ سید

یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائدِ اعظمؒ کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون  
 کھولنے لگتا ہے اور میرے پیر و مرشد کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائدِ اعظمؒ  
 کی عظمت اور محبت کو دو چاند کرتے ہیں اور میرا سر بانیِ پاکستان بابائے قوم حضرت قائدِ اعظمؒ  
 محمد علی جناح کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز  
 زندگی کے آخری سانس تک پیارے قائدِ اعظمؒ کے اس عطیہ خداوندی چمنستانِ پاکستان  
 کی بقا اور سالمیت کے لیے جدوجہد جاری رکھوں گا۔ ۲۶

قائدِ اعظمؒ کے تاملِ روحانی مدارج کا انحصار حضرت امیرِ مملکتؒ کے فیضِ نظر سے تھا۔  
 کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حضرت قائدِ اعظمؒ نے ۱۹۴۴ء میں سری نگر (کشمیر) میں  
 ملاقات کے بعد شام کو خاموشی کے ساتھ حضرت امیرِ مملکتؒ قدس سرہ کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت بھی حاصل  
 کر لی تھی۔ اور حضرت سے بھرپور روحانی استفادہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ مکمل طور پر شریعت کے  
 احکام پر کاربند تھے۔ اب آہِ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی اُن کا وظیفہ بن چکا تھا مگر وہ اخفاء کے قائل تھے۔  
 ظاہر داری اور شہسیر کے خلاف تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء کا ایک واقعہ رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ کی طرف  
 بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک روز وہ نماز فجر پڑھ کر علی الصبح اس نیت سے قائدِ اعظمؒ کی رہائش گاہ  
 پہنچے کہ اس وقت قائدِ اعظمؒ تنہا اور فارغ ہوں گے اور اُن سے خوب دلچسپی سے بات  
 چیت ہو سکے گی۔ چنانچہ وہ منہ اندھیرے وہاں پہنچے تو خادم نے مولانا کو ڈرائیونگ روم  
 میں بٹھا دیا اور خود قائدِ اعظمؒ کو اطلاع دینے کے لیے اندر چلا گیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے مولانا  
 کی نظر ایک اندرونی دروازے پر پڑی جو سناٹے کے کمرے میں کھلتا تھا اور اُس وقت  
 اُس پر پردہ لٹک رہا تھا۔ مولانا اپنی جگہ سے اُٹھے اور اُس دروازے کا پردہ اٹھا کر  
 دوسرے کمرے میں یہ دیکھنے کے لئے کہ وہاں کون ہے اندر جھانکنے لگے۔ اندر بتی جل  
 رہی تھی اور کمرے کے ایک کونے میں کوئی صاحبِ جاںے نماز پچھلے قبلہ رو اپنے  
 معبود کے روبرو سجدہ ریز تھے۔ حالتِ سجدہ میں پُرا جسم یوں لرز رہا تھا جیسے شدید گرمی  
 طاری ہو۔

مولانا حسرت موہانیؒ کا کہنا ہے کہ وہ صاحبِ محمد علی جناحؒ تھے جو سجدہ  
 میں خالقِ کائنات سے فریادِ کناں تھے۔ ۲۷



آخر جون ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک نبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" تھا۔ اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے واحد نمائندہ جامعہ ہے لہذا سب سے مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہو۔ آپ کے اس بیان کی تائید حضرت حاجزادہ ظہور الحق سجادہ نشین خانقاہ سرحدیہ گورداسپور (ف ۱۹۸۴ء) حضرت پیر سید محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم (ف ۱۹۶۶ء) حضرت میاں علی محمد سجادہ نشین بستی شریف (ف ۱۹۷۵ء) حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور حضرت سید محمد حسین سجادہ نشین سکھو چک ضلع گورداسپور (ف ۱۹۷۸ء) دیگر مشائخ عظام نے کی۔

۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سرحد کی بازی لگا رکھی تھی حضرت امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں اطراف و اکناف ملک کے دورے کئے اور قائد اعظم کے حق میں فضا ساز کاربنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بمصدق "کھسائی بلی کھیا نوچے" جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظم کی ذات والامفا پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیے، تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت فرماتے ہوئے ارشاد کیا :

"دوقومی نظریہ سب سے پہلے سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظم نے اسی دوقومی نظریے کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کے لیے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلا تیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے مسلمانوں نے قائد اعظم کو اس مقدمے کا وکیل بنالیا ہے اور پھر ان کی ذات پر کچھ اچھا لانا اور رکیک و سوقیانہ حملے کرنا کیا معنی؟ مسائل ذاتی کہ دُرت و حد کے یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب یہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجالا رہا ہو۔"

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے قائد اعظمؒ اور تحریک پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود طوفانی دوروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اوائل ستمبر ۱۹۴۵ء میں ریتک (حال انڈیا) کا دور روزہ دورہ فرمایا اور حسب سابق شہری و ضلع مسلم لیگ کے سیکرٹری مالیات صاحبزادہ اختر علی صدیقی کو شرف میزبانی بخشا اور قلعہ میں ان کے دیوان خانہ میں قیام فرمایا اور رات کو ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

”مسلمانو! دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا۔ بتاؤ! تم اسلام کے جھنڈے کے نیچے جاؤ گے یا کفر کے مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے اور کانگریس کا جھنڈا کفر کا جھنڈا ہے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم کس جھنڈے کے نیچے رہو گے؟“

حاضرین نے باواز بلند کہا کہ ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے رہیں گے۔ پھر آپ نے شہری مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کئے، راؤ خورشید علی، چوہدری حسین علی اور محبوب الہی وغیرہ وغیرہ۔ نتجہ

۱۴ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان و پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت و جماعت تشریف لائے۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔

اس موقع پر صوبائی سنی کانفرنس پنجاب کا قیام عمل میں لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہر گز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگریس مشرکین مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے۔ لہذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ ہرگز کے زبرد غلام ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۴۵ء کو سہ روزہ ”الامان“ دہلی میں حضرت امیر ملت کا ایک بیان شائع ہوا جس میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔ لیپل کے آخر میں حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ خدا سر جناح کی عمر دراز کرے جو ہندوستان کے مسلمانوں کے واحد لیڈر اور واقعی قائد اعظم ہیں۔ ۲۲



۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "خلافت" بمبئی میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں علماء و مشائخ کا ایک مشترکہ بیان چھپا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کا اسم گرامی سر فہرست تھا اور دیگر حضرات میں مولانا حسرت موہانی (دف ۱۹۵۱ء) خواجہ حسن نظامی دہلوی (دف ۱۹۵۵ء) مولانا محمد بخش مسلم (دف ۱۹۸۷ء) اور مولانا طاهر علی خاں (دف ۱۹۵۶ء) وغیرہ شامل تھے۔ ۳۳

آخر ستمبر ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا :

"..... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم "محمد علی جناح صاحب نے مسلمانان ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیر و اراکین کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چند دینا چاہیے فقیر بحیثیت امیر ملت، قائد اعظم کی اس اپیل پر زور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔" ۳۴

اس کے بعد آپ نے اور زیادہ انہماک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی حمایت میں سرگرمی دکھائی۔ آپ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشینی چھوڑ کر میدان عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاون عمل کے پیغامات موصول ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (پیر امین الحنات، ف ۱۹۶۰ء) خود بہ نفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مستروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا :

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا۔"

اپنے فرمایا :

"اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب

کر رہے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔" ۳۵

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف

نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مانکی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں برصغیر کے نامور علماء و مشائخ کی کانفرنس بلائی۔

تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز کر دیا جائے۔ یہ کانفرنس رات کو حضرت پیر معصوم بادشاہ فاروقی  
نقشبندی مجددی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۵۷ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔  
اس کانفرنس میں حضرت امیر مملکت قدس سرہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل  
سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) فخر مملکت مولانا عبدالحمید الدیوبی (ف ۱۹۷۰ء) پیر صاحب  
تونسہ شریف خواجہ غلام سدید الدین (ف ۱۹۶۰ء) پیر محمد عبداللطیف زکوری شریف (ف ۱۹۷۸ء) اور  
حاجی فضل حق پیر صاحب کارلوه شریف (ف ۱۹۵۲ء) جیسے پانچ صدیہ علماء و مشائخ نے قدم مہینت  
لزوم فرمایا حضرت امیر مملکت نے اپنے رُوح پر و خطاب میں قائد اعظم اور مسلم لیگ کی زبردست حمایت  
فرمائی۔ تمام حاضرین نے تحریک پاکستان کی تائید و حمایت میں تین دھن کی بازی لگانے کا عہد کیا۔  
۲۶ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے زیر اہتمام جامع مسجد میاں جان محمد  
مرحوم میں حضرت امیر مملکت قدس سرہ کی زیر سرپرستی وزیر صدارت عرس حضرت امام العظم رحمۃ اللہ علیہ کی  
سالانہ تقریب بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء و مشائخ  
نے اس سہ روزہ جلسے میں شرکت کی۔ ۲۸ اکتوبر کے اجلاس میں حضرت امیر مملکت بہ نفس نفیس رونق افروز  
ہوئے اور پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق پر جوش الفاظ میں تقریر  
فرمائی۔ حاضرین کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ امرتسر جو احرار کا گڑھ شمار ہوتا تھا، اب گلی گلی کوپے کوپے  
میں مسلم لیگ زندہ باد اور امیر مملکت زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

یاد رہے کہ اس سہ روزہ تقریب میں حضرت صاحبزادہ سید الزحیر حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء)  
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت قبلہ سید محمد محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) خطیب  
بے مثل سید محمود شاہ کراچی (ف ۱۹۸۷ء) شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا محمد شریف  
کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) اور مولانا محمد بشیر کوٹلوی نے بھی حضرت امیر مملکت کے قدموں میں بیٹھ کر مسلم لیگ اور  
تحریک پاکستان کی پر زور حمایت میں تقریریں کیں۔

عرس مبارک کی تقریب اختتام کو پہنچی تو حضرت امیر مملکت نے ضلع امرتسر کا دورہ  
فرمایا اور تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے مدلل اور پر مغز تقریریں کیں۔ آپ کے ساتھ  
صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء)  
اور سید بسٹے شاہ رمداری (ف ۱۹۴۷ء) بھی تھے۔ یہ نوزانی قافلہ جہدھر سے گزرتا، فضا میں خوشبو  
بکھرتی جاتی۔ لوگ نعرہ تکبیر و رسالت کے بعد "امیر مملکت زندہ باد"، "قائد اعظم زندہ باد" اور "مسلم لیگ زندہ باد"



کے فلک شگاف نعرے لگاتے۔ ظر وہ جہدِ حق سے گزرے روشنی ہوتی گئی۔

اگرچہ حضرت امیر ملت "ضعیف العمر تھے مگر جب جلسہ سے خطاب فرماتے تو آپ کی آواز مبارک دُور دُور تک سامعین کے قلب و جگر میں پیوست ہوتی جاتی اور حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اس دور کے بعد کانگریس یاد دہری نیم کانگریسی جماعتوں کا کوئی جلسہ کامیاب نہ ہو سکا۔ انہی جگہوں پر جہاں کانگریسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے وہاں پتھر پڑتے دیکھا گیا اور مشرقی پنجاب کی فضا مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آگے پر کیف اور وجد اور نعروں سے گونجنے لگی۔ ۳۸

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی کے صفحہ ۳ کالم ۲ پر مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ایک تہلکہ خیز بیان شائع ہوا جس نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور کانگریسی علماء کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ :

ہندوستان بھر میں صرف مسلم لیگ ہی ایسی جماعت ہے جو بالکل صحیح طور پر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس لیے مسلم لیگ کی ہر ممکن امداد کر کے اس کو کامیاب بنانا ہر مسلمان کا فرضِ اولین ہے اور جو لوگ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دشمنانِ اسلام ہیں۔ اس لیے اہل اسلام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخالفینِ مسلم لیگ کے نہ تو جوازوں میں شامل ہوں اور نہ ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے دیں۔ ۳۹

اس بیان کو بعد میں گجراتی زبان کے روزنامہ "وطن" بمبئی نے بھی اپنی اشاعت ۶ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ پر شائع کیا۔ یوں حضرت امیر ملت کے یہ زیریں ارشادات ہندوستان کے کونے کونے میں گونج اٹھے اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گئے۔

۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو جامع مسجد میاں جان محمد حرم امیر شہر میں ایک عظیم الشان رُسی کا تقریریں زیرِ صدارت حضرت امیر ملت منعقد ہوئی جس سے صدرِ الافاضل مولانا سید محمد نسیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں ایک ہنگامہ خیز تقریر کی۔ ان کے علاوہ حضرت صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) نے بھی تحریکِ پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔ حضرت امیر ملت نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پُر جوش خطاب فرمایا۔ ۴۰

۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) نے مانکی شریف ضلع پشاور

میں قائد اعظمؒ کی ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملتؒ کو جلسہ کی صدارت کے لیے دعوت دی لیکن آپؒ کی ناسازی طبع کے باعث تشریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملّت پیریدہ حافظ محمد حسین شاہ صاحب دف ۱۹۶۱ء کو قائد اعظمؒ کے لئے سونے کا ایک تمغہ، تین سوپے کی تمغیلی اور کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانگی شریفؒ نے حضرت سراج الملّتؒ کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائد اعظمؒ جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملّتؒ آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ جس پر حکم طیبہ کندہ تھا، قائد اعظمؒ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیر ملتؒ نے آپؒ کی کامیابی کا اطلاقی تمغہ بھیجا ہے۔" یہ سن کر قائد اعظمؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملّتؒ کے دست مبارک سے تمغہ لیا اور قائد اعظمؒ کی شروانی کی بائیں طرف سینے پر مانگ دیا۔ قائد اعظمؒ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

نومبر ۱۹۴۵ء کے آخر میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں امیر ملتؒ کا ایک اور بیان شائع ہوا جس میں حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"دس کروڑ مسلمانان ہند نے فقیر کو امیر ملتؒ تسلیم کر لیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے امیر ملتؒ کی رہنمائی پر عمل کرنا نصِ قطعی سے واجب ہے۔ امیر ملتؒ کا فرمانبردار خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ امیر ملتؒ کا فرمان خدا اور رسول کا (جل جلالہ وصلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم) کا فرمان ہے۔ محمد علی جناح کی اس اپیل کی فقیر بھی بحیثیت امیر ملتؒ پر زور تائید کرتا ہے کہ ہر مسلمان مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دے اور حیثیت سے زیادہ اس کو چہرہ دے۔"

اوائل دسمبر ۱۹۴۵ء میں پنجاب کے نامور صوفیائے کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تاکید کی گئی کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ حضرت امیر ملتؒ نے اس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ:

"جو مسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مرحلے تو ان کے مرید ایسے شخص کا جنازہ بھی نہ پڑھیں۔"

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات کے سلسلے میں حضرت امیر ملتؒ نے ایک تاریخی بیان جاری



فرمایا جس سے کانگریس اور دیگر مسلم دشمن جماعتوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بیان ملاحظہ فرمائیے اور حضرت اقدس کے مجاہدانہ کردار اور قلندرانہ یلغار کی وادھیجئے :

”اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے فقیروں کو امیرِ ملت تسلیم کر لیا۔ اب جملہ مسلمانانِ ہند کو اپنے امیرِ ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ امر فقیر اپنی ہی طرف سے پیش نہیں کرتا ہے بلکہ نصِ قطعی سے ثابت کرتا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اُس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اور جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے امیر سے نافرمانی کی اُس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نافرمانی کی اور جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔

پس اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے، اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے، فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملت، قائد اعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانانِ ہند سے غوراً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پُر زور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ ”وحشت“ دہلی میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہ نے اپنے

فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

”میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اُس کا

جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔ . . . .  
فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہوا اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے۔ حضرت امیر ملت اور ان کی اولاد امجاد نے طوفانی دورے کر کے مخالفین تحریک پاکستان کے مذہب غلام کو ناکام بنا دیا۔ انہی دنوں آپ کو سیالکوٹ شہر میں تشریف لاکر خطاب فرماتے کی دعوت دی گئی۔ آپ شدید علالت کے باوجود تشریف لائے۔ تقاضے کے باعث کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے پرکار مساجد سیالکوٹ کی ایک آبادی میں قیام فرمایا۔ آپ کے مریدین اور ہزاروں شہری روزانہ حاضری دیتے تو چار پانی پر ہی حاضرین کو خطاب فرماتے اور تلقین کرتے کہ وقت کے تقاضے کے مطابق مسلم لیگی امیدواروں کی بھرپور اعانت کی جائے۔ آپ کی ہدایت نے ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو کچی مسجد چاندور ضلع امراتی رانڈیا میں ایک بڑا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صد آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے ان کے احکامات پر تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہندوئے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُر زور اپیل کی گئی ہے۔

انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے بوجھل انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگا جرم قرار دے دیا گیا۔ اور اس جرم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ بھی مقرر کی گئی۔ اس پر لاہور کے ایک جیلے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم آف قلعہ گوجر سنگھ (دف ۱۹۸۱) نے جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلام آباد کالج لاہور کی گراؤنڈ میں بلانی جس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (دف ۱۹۶۱) مولانا عبدالحمید بدایونی (دف ۱۹۶۰) مولانا عبدالغفور ہزاروی (دف ۱۹۶۰) خواجہ محمد فرید الدین سیالوی (دف ۱۹۸۱) محمد وسم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتان (دف ۱۹۴۹) خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (دف ۱۹۶۴) پیر صاحب مانکی شریف (دف ۱۹۶۲) سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میا نمبر لاہور (دف ۱۹۶۲) سید محمد عباس شاہ کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ اور

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء - زندہ) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء - زندہ) کے علاوہ بہت سے دیگر علماء کرام اور عوام کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم (دف ۱۹۸۱) قلعہ گوجر سنگھ میں عبدالکریم روڈ انہی کے نام سے موسوم ہے۔ مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے



کہا کہ اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے کوئی مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔ ۵۸

حضرت امیر ملت نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ :

”حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسطر جناح کو بر ملا گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچے رہنا ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ”سکینہ“ ہوں۔ ”سکینہ“ موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔ میں اپنے یارانِ طریقت اور حلقہ بگوشوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ہی ووٹ دیں اور عمارتہ المسلمین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلم لیگ ہی کو کامیاب و کامران بنائیں۔ ۵۹

اس جلسہ میں شرکت کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی (ف ۱۹۴۹ء) بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے حضرت امیر ملت سے عرض کیا کہ

”میں نے سنا ہے کہ اہل لاہور میرے درپے آزار ہیں، ایسا کیوں ہے؟“

حضرت امیر ملت نے فرمایا :-

”مولوی صاحب ! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں؟“

مولانا عثمانی نے کہا :-

”میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں؟“

اس پر حضرت امیر ملت قدس سرہ کھڑے ہو گئے اور آپ نے مولانا عثمانی کو گلے لگایا اور فرمایا ”آپ میرے بھائی ہیں“ پھر جلسے سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ :-

”علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ! ان سے کوئی گستاخی نہ

ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے۔

مولانا عثمانی، حضرت امیر ملت کے اخلاقِ کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔  
تحریکِ پاکستان کے نامور طالب علم رہنما حکیم آفتاب احمد قرشی (ف ۱۹۸۱ء) نے حضرت امیر  
کی اس تقریر پر یوں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے :

”اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے کی۔ اگرچہ آپ عمر رسیدہ ہونے  
کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے مگر ان کا عزمِ جواں تھا۔ آپ نے تقریر کی ابتداء کی تو ایسے  
معلوم ہوتا تھا جیسے شبنمِ غنچوں پر گر رہی ہو۔ چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے  
خطاب کر رہے تھے۔ ان کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ آپ نے  
برطانوی سامراج اور اس کے حاشیہ برداروں کو دعوتِ مبارزت دی اور اعلان فرمایا  
کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے، حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت  
کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرت کے اس تاریخی اور دلورہ انگیز خطاب سے  
پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب  
طلوع ہوا۔ جنگِ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔“

تاریخِ سیالکوٹ کے مصنف جناب رشید نیاز (ف ۱۹۹۰ء) اس کانفرنس میں شریک تھے  
ان کے تاثرات خاصے کی چیز ہیں ملاحظہ ہوں :

”۱۹۴۶ء میں تحریکِ پاکستان کا تخیل جس شدت کے ساتھ اسلامیان  
ہند کے رگ و زیشہ میں سرایت کر چکا تھا اس کی مثال ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ملتی بہت  
محال ہے۔ اور پھر لاہور کو تو اس سلسلہ میں مرکزی حیثیت مل چکی تھی۔ انہیں دنوں میں  
تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھا۔ انوار کا دن تو طلباء کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے  
کم نہیں تھا صبح نو بجے کا وقت تھا، میں اور میرے چند رفقاء کہیں پکنک پر جانے کے لیے  
ولز ہوسٹل سے نکل کر نیلا گبذ کے چوک میں پہنچ کر پروگرام کو آنکھوں سے شکل دینے کے لیے  
تفریحی باتوں میں لگ گئے۔ اچانک میرے کانوں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز ٹکرائی :

”آج صبح ۱۰ بجے اسلام آباد کے میدان میں حضرت امیر ملت پیرسید  
جماعت علی شاہ قوم سے خطاب فرمائیں گے۔“  
پہلے وہ الفاظ جھوٹے میرے شعور میں ایک کیف و مسرت کی لہر دوڑادی۔ یہی



الفاظ میرے پروگرام کو حرف غلط کی طرح مٹا کر حرف آخر کی طرح ثبت ہو گئے۔ میں نے جب اپنے دوستوں سے جلسہ گاہ میں جلنے کے لیے کہا تو انہوں نے میری ہاں میں ہاں بچھا کر اس طرح ملائی جیسے وہ مجھ سے پہلے ہی جلنے کے خواہاں تھے۔ ایک نے بڑے اشتیاقاً انداز میں مجھ سے پوچھا کہ کیوں نیاز صاحب! آپ نے تو امیر ملت کی زیارت کی ہوگی وہ بھی تو سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کچھ اس انداز سے سر ہلایا کہ میرا جواب ہاں اور نہ کے درمیانی سراب میں قطرہ اشک کی طرح گم ہو کر رہ گیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ سرزمین سیالکوٹ مردم خیز و رہے مگر مردم شناس نہیں حقیقت یہ تھی کہ مجھے اس رفیق کے سوال نے ندامت کے پینہ میں شرابور کر دیا تھا۔ اُس نے کتنے ناز اور یقین سے سوال کیا تھا مگر اُسے کیا خبر تھی کہ اہالیان سیالکوٹ گھر کے حکیم کی قدر نہیں کیا کرتے امیر ملت کی تشریف آوری کا اعلان سنتے ہی مجھے جو کیف و سرور حاصل ہوا اُسے جلدی ہی ندامت کے اس تخیل نے آدھارچا،

”کہ اے نیاز! تمہارے شہر میں علم و معرفت کے جو سوتے ۶۰ سال سے بنجر قلوب کو سرسبز و شاداب کر رہے ہیں اُن سے تیری دوری کا مطلب؟ میرے دوست راستہ میں گرگٹ کی طرح سینکڑوں موضوع سخن بدلتے رہے مگر میں ایک ہی ندامت کے تخیل میں سرگرداں تھا کہ اسلامیہ کالج کے دروازے پر سینکڑوں حضرات کے اجتماع نے میرے اس تخیل کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ صحن میں پہنچے تو تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ ابھی ہمیں پہنچے مقولہ دیر ہی ہوئی تھی کہ خان مڈٹ (نواب افتخار حسین مڈٹ صدر پنجاب مسلم لیگ) کی کار میں امیر ملت تشریف لائے۔ میدان امیر ملت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ہر شخص سرکار کی زیارت کرنے کو بے قرار بلکہ ماہی بے آب تھا۔ میں بھی پانی کی طرح اپنا راستہ بناتا ہوا اس جگہ پر پہنچ گیا، جہاں سرکار کی کار آکر رُک گئی تھی۔ کار کے دروازے کے آگے ایک چھوٹا سا صوفہ لاکر رکھ دیا گیا۔ سرکار کو پھولوں کی طرح اٹھا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔ بچہ ایوں معلوم ہوا تھا جیسے لڑنے حرکت کی ہے۔ اتنی نوزانی شخصیت اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں کیا عرض کروں کہ آپ کیسے لگ رہے تھے۔ اگر لڑائی تعریف ہو سکتی ہے تو یقیناً آپ کی بھی تعریف ہو سکتی ہے۔ خیر سینکڑوں عشاق نے آپ کے صوفے کو اٹھا

کر سٹیج پر لا کر رکھ دیا جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی تلاوت قرآن مجید کے بعد ایک مقرر نے مختصر سی تقریر کی۔ اُس کے بعد امیر ملت کے سامنے مائیکروفون کر دیا گیا سرکار نے اپنے مخصوص انداز میں جو تقریر فرمائی اس کی حیثیت پاکستان کی بنیاد میں خشتِ اقل سے کم نہیں۔ تقریر کے دوران میں فوراً جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمانے لگے: میں نے سنا ہے کہ چند لوگوں نے پنجاب سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو خط تحریر کے ساتھ کہہ کر آپ پنجاب آئے تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جذبے اتنی شدت اختیار کر لی کہ فوراً اردو سے پنجابی میں ارشاد فرماتے لگے:

”کہتے آئے اوہ سوزما، جہیز امیر سے بھر اٹھیر لوں و دھنا چاہندا  
ذرا ایس فقیر دے سامنے تے آئے۔ خدا دی قسمیں! جتھے میرے ایس عالم بھرا  
واپسینہ ڈنگے گا اوتھے انشاء اللہ میرا خون نظر آئے گا۔ او بڑول کینے، سامنے آئے۔  
کہاں یہ کیفیت تھی کہ آپ بستر سے ہل نہ سکتے تھے اور مشکل صوفہ پر  
تشریف فرما تھے اور کہاں نہ جبالا الفاظ فرماتے ہی صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔  
خدا جانے یہ طاقت کہاں سے آگئی۔ بس جناب، جلسہ گاہ میں جوش و خروش کا  
ایک سمندر مٹھا کھٹیں مارنے لگا مردہ قلوب بھی جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو گئے بلکہ میں  
یہ کہوں گا کہ قلب جاری ہو گئے۔ آپ نے اپنی تقریر انہی الفاظ کے ساتھ ختم کر دی۔ اس کے  
بعد تقاریر تو اور بھی ہوئیں مگر جذبہ آزادی کو جو فروغ آپ کی تقریر سے ملا وہ کسی اور کے  
بس کی بات نہ تھی۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ ہم بھی دوسرے سامعین کی طرح واپس بورڈنگ  
میں آگئے مگر ایک سیالکوٹی ہونے کی حیثیت سے میرے رفیق کا سوال میرے  
ذہن پر کچھ اس طرح ثبت ہوا کہ جس کی تشریح میرے بس کاروگ نہیں۔“

ذرا اندازہ فرمائیے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کس قدر دلیری، جرأت اور بے باکی  
کے ساتھ قائد اعظمؒ کی تائید و حمایت فرمائی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گونا گوں رکاوٹیں آپ کے  
سردارہ نہ بن سکیں اور آپ ایک مردِ مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے پیار ہی یعنی قائد اعظمؒ کی حمایت فرما  
رہے اور غنی لفین و معاندین کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے  
نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے فرمایا ہے۔  
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان      گفتار میں کردار میں اللہ کی برہانے



اس کانفرنس کے بعد حضرت امیر ملت نے بحیثیت صدر آل انڈیائی کانفرنس مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا ایک دستخطی بیان ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر میں شائع کروایا کہ :  
 "مسلم لیگ بڑی جماعت اہل اسلام ہے اور اس سے الگ رہتے  
 والے اسلام دشمن ہیں۔" ۵۳

مارچ ۱۹۴۶ء کے اوائل میں آل انڈیائی کانفرنس کے چھپن علماء و مشائخ کا ایک  
 متفقہ بیان شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ :

"آل انڈیائی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو  
 جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے  
 کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و  
 ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ  
 دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسلمان پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں اپنی  
 شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحب ہے۔"

اس پر مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط تھے : مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی حضرت  
 سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد محمد علی اعظمی  
 مصنف بہار شریعت مولانا عبدالحامد بدایونی، محدث پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد لائل پوری،  
 علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی، شیخ الحدیث مولانا وقار احمد سیلی جھیتی، مولانا محمد اجل  
 سنبھلی، مولانا مفتی تقدس علی خان بریلوی، مولانا غلام معین الدین نعیمی وغیرہم حضرت امیر ملت کی ناننگی  
 مولانا عبدالرشید صدر مدرس مدرسہ نعت شہید علی پور سیدان شریف نے کی۔ ۵۴

۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء کو پشاور میں پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت امیر ملت  
 نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی حضرت امیر ملت نے حسب معمول یہاں بھی  
 تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں ولور انگریز خطاب فرمایا ۵۵

اسی دوران آپ سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں دف ۱۹۸۸ء کے گاؤں شاہی بلان  
 میں تشریف لے گئے اور کلہ حق بلند فرمایا۔ اس کی تفصیل پشاور کے مشہور روحانی و سیاسی رہنما سید محمد امیر شاہ  
 قادری (یکہ توت پشاور) کی زبانی سنئے۔

"پیر صاحب دامیر ملت مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ پشاور اور سرحد

میں غفار خاں کا بڑا زور تھا مگر پیر صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ کسی کانگریسی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیں گے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ فتویٰ انہوں نے شاہی باغ میں دیا جہاں عبدالغفار خاں کا گھر ہے اور خدائی خدمت گار تحریک کا مرکز۔ پیر صاحب ضعیف العمر کندھوں پر اٹھا کر لائے جاتے مگر مجال ہے اس اللہ کے بندے کو کسی کا کوئی ڈر یا خوف ہو۔ وہ لیٹے ہوئے بھی جب بولتے تو زمین کا پتھری مچتی۔ انہوں نے عبدالغفار خاں کی کوئی پرواہ نہ کی اور بڑے دھڑلے سے فتویٰ دے دیا مگر کوئی بھی پیر صاحب کا بال بیکا نہ کر سکا۔ ۵۶

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس (انڈیا) میں فقید الشان اجلاس شروع ہوا تو کانگریسی علماء نے اپنے ایکٹ بھیج کر ایسا کس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی۔ ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائد اعظم کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کے بارے میں جو تقریریں کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمد خاص صدر الافرغیہ حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (د ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ساتھ سیلج پر تشریف لارہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کو کرسی صدارت پر بٹھا کر اس پر لایا گیا۔ آپکی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کلام مجید کے بعد آپ یک لحظ پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :-

”جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد کہتا ہے، کوئی ملعون ٹھہرتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رو سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (پارہ ۱۶ : سورہ ہریم : ۹۶)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔“



اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ :  
 ”تم بتلاؤ، ہے کوئی مافی کالال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس  
 کروڑ مسلمان قائد اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں ؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب  
 رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو میں اس کو ولی اللہ کہتا ہوں یہ  
 اب رہا میری صدارت کا مسیخہ تو محمد اللہ میں صحیح النسب مسیخ  
 ہوں اور مسیخ ماں کے پیٹ سے صد ہوتا ہے۔ تمام امت آل رسول پر  
 درود بھیجتی ہے۔ اس لئے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے  
 شرف حاصل ہے۔“

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مخالفین اپنا سا  
 منہ لے کر رہ گئے۔

پاکستان کے ممتاز ماہرین تعلیم اور مؤرخین نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے حوالے سے  
 حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات کو یوں بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے :  
 ”علامہ و مشائخ اہلسنت میں سے تحریک پاکستان کی سب سے زیادہ خدمات  
 پیر جماعت علی شاہ صاحب نے انجام دیں جنہوں نے ملک بھر کا دورہ کیا۔ ہندوؤں  
 کی ہراساں کو بے نقاب کیا۔ قائد اعظم نے پاکستان کا مطالبہ پیش کیا تو اس کی  
 حمایت میں بھرپور ہم چلائی اور تمام سنی مساجد کے منبروں سے پاکستان کی ایسی بھرپور  
 حمایت ہوئی کہ جمعیت علماء ہند کے مسلمانوں کی نمائندگی کے دعوے بے بنیاد ہو کر رہ  
 گئے اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے غبارے میں سے بھی ہوا نکل گئی۔ اس سلسلے میں  
 پیر جماعت علی شاہ صاحب کی سرپرستی میں آل انڈیا سنی کانفرنس بتارس  
 نے جو اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی، یقینی بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس  
 میں ملک بھر کے سنی علماء و مشائخ اور انجمنوں کے نمائندگان موجود تھے، اور یہ قرارداد  
 پاس کی گئی۔“

”آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور  
 حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علامہ و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے

مہیاور ہے کہ قائد اعظم، حضرت امیر ملت، قدس سرہ کے فیضِ معیت اور فیضِ نظر سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ (فقیری)

قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویؐ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

اس کانفرنس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک بھر کے سنی علماء نے تقاریر اپنے رسائل اور اپنے مدارس کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ :

”جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔“ ۵۸

اس ہنگامہ خیز اجلاس میں امیر ملت نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی ”قرارداد لاہور“ (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شد و مد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائد اعظمؒ کی حمایت و اعانت میں کمر بستہ ہو جائیں، کانگریس اور اس کے ایجنٹوں کی تمام سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں خاسر و نامراد بنا دیں۔

اس کے مدلل، دندان شکن اور مست خطاب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء) اور مخدوم مسند مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء) نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء) کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار کانگریسی ایجنٹوں کو منہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو امیر ملت زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔ ۵۹

اس موقع پر اجلاس نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لاکھ عمل مرتب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :

- ۱ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء)
- ۲ صدر الشریعت حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء)
- ۳ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی میسر (دف ۱۹۵۴ء)
- ۴ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمن بھرچندی شریف (سندھ دف ۱۹۶۰ء)



- ۵ حضرت پیر محمد امین الحسنات، نانکی شریف (سرحد) (ف ۱۹۶۰ء)
  - ۶ حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہور (ف ۱۹۶۱ء)
  - ۷ محدث اعظم ہند حضرت تیبہ محمد محدث کچھو چھوئی (ف ۱۹۶۱ء)
  - ۸ فخر اہلسنت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)
  - ۹ حضرت پیر سید دیوان آل رسول علی خاں سجادہ نشین اجیر شریف (۱۹۷۳ء)
  - ۱۰ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خاں میسوری ثم مدنی (خلیفہ امیر ملت) (ف ۱۹۷۴ء)
  - ۱۱ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۷۸ء)
  - ۱۲ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء)
  - ۱۳ شیخ الاسلام خواجہ محمد الدین سجادہ نشین سیال شریف (سرگودھا) (ف ۱۹۸۱ء) ۶۰
- ۱۳ تا ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار جامع مسجد میاں جان محمد حرم امیر میں  
 امام الامۃ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ المقلب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۷۷ واں سالانہ عرس مبارک  
 منعقد ہوا تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ اس شاندار اور تاریخی کانفرنس میں  
 صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۷۸ء) شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور شراروی  
 ثم وزیر آبادی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا قطب الدین جھنگوی (ف ۱۹۵۹ء) خطیب پاکستان سید محمد شاہ  
 گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) اور سید ولایت حسین شاہ (سرحد) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں  
 شاندار تقاریر کیں۔

آخری اجلاس میں حضرت امیر ملت نے صدارتی خطاب میں ارشاد کیا :  
 ”اس وقت مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے منظم ہو جانا چاہیئے ،  
 وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے جو مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اور اس نازک دور  
 میں مسلمانان ہندوستان کی خاطر خواہ خدمت کر رہی ہے۔ قائد اعظم ہمارے رہائی  
 وکیل ہیں ہم ان کے حکم پر پاکستان جیسی مقدس سرزمین حاصل کرنے کے  
 لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔“  
 آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ : ”بخاخ کافر  
 ہے یا مسلمان؟“ آپ نے جیسے جواب دیا :  
 ”تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب

دریافت کرتے ہوئے

پھر ارشاد فرمایا :

”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کرے، میں یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“

اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضلؒ نے بڑھ کر حضرت کے قدم پکڑ لیے اور اعتراف کیا کہ : ”اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا : ”مولانا صاحب ! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اسے کامیابی ہوگی۔“

پھر فرمایا :

”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر ہے گا بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔“

آپ نے بڑے عالی، علالت اور تقاہمت کے باوجود پُر اگھنہ مسلسل خطاب فرمایا۔ آپ کے ارشادات کا حاضریں پر بڑا گہرا اثر ہوا اور لوگوں نے اس جلسہ سے واپس جا کر اپنے شب و روز تحریک پاکستان کے لیے وقف کر دیئے۔

اسی سال (۱۹۴۶ء) میں جب جمعیت علماء ہند اور مسلم لیگ کی تاریخی کش مکش جاری تھی تو قائد اعظمؒ پریشان تھے۔ ایک رات قائد اعظمؒ کو خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قائد اعظمؒ کو کامیابی کا جھنڈا عطا فرمایا۔ ۲۰ قائد اعظمؒ کی ظاہری تعلیم و تربیت اگرچہ مغربی تھی مگر ان کا دل و دماغ خالص اسلامی تھا۔ حضرت امیر ملتؒ کی نظر کرم اور دعاؤں کی بدولت اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ دف ۱۹۵۱ء فرمایا کرتے تھے کہ یہ درست ہے کہ قائد اعظمؒ راتوں کو اٹھ کر بحالت سجدہ رو کر امت مسلمہ اور قیام پاکستان کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور ان کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو چکا تھا۔ زیارت باریکت



میں دارلہی مندا ہونا، گزرجواہٹ ہونا، یا سوٹ بوٹ خارج نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہے، دل سے ہے۔ اگر صورت بھی مومن مسلمان کی ہو تو نور علی نور علامہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) نے بہت صحیح فرمایا ہے۔

دل میں ہولالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گوسفزنگیانہ

۴۶ - ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائد اعظمؒ کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، امیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان سراج الملکت پیر سید محمد حسین صاحب (ف ۱۹۶۱ء) الملکت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۵۱ء) اور شمس الملکت پیر سید نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۸ء) اور لاڈلے پوتے جوہر ملکت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۸۰ء) نے بھی مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لیے شب و روز کام کیا۔ حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اعظمؒ نے بمبئی میں حضرت کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ:

”یہ تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔“

حضرتؒ نے قائد اعظمؒ کو مبارکباد کا تارویا جوا بآنا انہوں نے بھی آپ کو تارویا اور لکھا:

”یہ سب آپ کی محنت اور دعا کا نتیجہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔“

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو آپ نے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر

قائد اعظمؒ کو مبارک باد کا خط لکھا:

علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء

قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزیمت جج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں ہیں

کر ڈروں روپیہ صرف کر کے بھی روپیہ ہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انہوں  
نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریوں گاندھی کا  
..... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا  
نہ بنا سکے۔

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو  
ایں کار از تو آید و مرداں چہیں کنند

الراحمہ :

سید جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

قائد اعظمؒ نے ۳۱ اگست ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر  
شکریہ ادا کیا اور دعاؤں کے خواستگار ہوئے۔

۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار  
(ف ۱۹۸۸ء) کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اس  
مہم میں شامل ہونے کے لیے سرحد میں پہنچ گئے۔ حضرت امیر ملتؒ، اپنی انتہائی پیرائہ سالی اور  
علاقتِ طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور  
ارادت مندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کے لیے بھیجا۔ سیالکوٹ سے اپنے مرید خاص علامہ  
محمد یعقوب خاں (ف ۱۹۹۷ء) کی زیر قیادت ایک وفد آپ کے حکم پر تشکیل دیا گیا۔ وفد کے نائب  
امیر مولانا غلام فرید قریشی آف چٹی شیناں (ف ۱۹۷۶ء) تھے۔ اس وفد نے خلیاں، مالنہرہ اور نواحی  
علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بھرپور تگ و دو کی۔

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں  
اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ کو مبارکبادی کا خط لکھا  
جس کے جواب میں قائد اعظمؒ نے ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

۱۰۔ اورنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیٹر پیر صاحب



آپ کی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

اپنے ازراہ لطف مجھے شفا کوٹوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

ایم۔ اے جناح

۶۶

۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں میں ہمیں حضرت امیر ملت کی مساعی جمیلہ سے سوز سے بھی زیادہ روشن منزل مل گئی تو حضرت امیر ملت نے قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے۔ قائد اعظم کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا:

”ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ

تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔“

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائد اعظم کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے حضرت قائد اعظم کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور یارانِ طریقت کو بھی دعائے مغفرت کیلئے ارشاد کیا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خلیفہ مجاز الحاج قاری چوہدری محمد شہاب الدین صاحب (ف ۱۹۶۳ء) سلیم بازار حمید آباد کن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائد اعظم کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھرپور سراجِ تحسین پیش کیا:

”ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سن کر

جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضی ہوئی از ہمہ اولیٰ۔

اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔“

قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ آپ نے اپنے پراسے رفیق کار محمد الانا فاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) کو ”اسلامی دستور“ کا خاکہ مرتب کرنے کی دعوت دی تاکہ پاکستان کی

قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کر دیا جائے۔ چنانچہ صدر الافاضل دہلی سے پاکستان تشریف لائے اور آپ کی ہدایات کے مطابق لاہور اور کراچی میں علماء کرام سے مختلف امور پر تبادلہ خیالات کیا اور خاص طور پر کراچی میں اسلامی دستور کے بارے میں علماء، سیاسی اکابرین اور زعماء سے گفت و شنید رہی اور مرکزی وزیروں سے علماء کے ساتھ ملاقاتوں کے سلسلے میں بھی تبادلہ خیال ہوا۔ صدر الافاضل اپنی علالت کی وجہ سے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران وہ خاکہ مرتب نہ کر سکے۔ علالت نے جب طول کھینچا تو آپ واپس ہندوستان چلے گئے۔ حضرت امیر ملت اور پاکستان سے ان کی محبت کا یہ عالم کہ علالت کے باوجود مراد آباد میں مختلف اسلامی محالک کے دساتیر اور قوانین کو جمع کیا اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پاکستان کے اسلامی دستور کے لیے ابھی وہ گیارہ دفعات ہی مرتب کر پائے تھے کہ مرض شدت اختیار کر گیا اور بالآخر ۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

صدر الافاضل نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد پر جو گیارہ دفعات مرتب کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں :

## پاکستان

تعریف : آل انڈیا سنی کانفرنس کی تصریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے جو ہندوستان کے اندر شریعت مطہرہ کے مطابق فقیہی اصول کے مطابق قائم کی جائے۔

- ① اس حکومت کا فرمانروا ایک سنی امیر ہوگا۔
- ② اس امیر کو مسلمانان اہلسنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔
- ③ وہ امیر دیندار اور مدبر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کرے گا۔
- ④ جماعت شوریٰ کی تجاوز امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔
- ⑤ جماعت شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔
- ⑥ امیر جماعت شوریٰ کے مشورے سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔
- ⑦ یہ وزیر جملہ امور داخلہ و خارجہ کے نظم و نگرانی کا کفیل ہوگا۔
- ⑧ وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیے جدا جدا وزیر نامزد کر کے امیر سے منظوری حاصل کرے گا۔



۹ امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے اپنے محکمے کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب ضرورت عہدیدار اور محکمے مقرر کریں گے۔

۱۰ محمولات شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کئے جائیں گے۔  
۱۱ غیر مسلم رعایا کو محاذ بنایا جائے گا اور حکومت انہیں امن پہنچائے گی اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی۔

قائد اعظم کی رحلت کے بعد ان کے جانشینوں نے مسلم لیگ کے وعدہ کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ سے رُوگردانی کی اور ملک کو لادینیت کی طرف دھکیل دیا حضرت امیر ملت میدان میں آگئے، آپ نے پیر صاحب مانگی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی جیسے شیدائے اسلام کو سامنے لے کر ”تحریک نفاذ شریعت“ چلائی، جیسا کہ حضرت اقدس اپنے ایک خلیفہ خاص حضرت قاری چوہدری محمد شہاب الدین آف حیدر آباد دکن (انڈیا) کو ۸ مئی ۱۹۴۸ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :

”پاکستان تو بن گیا مگر ارکانِ سلطنت اسلامی قانون جاری نہیں کرتے بلکہ اسلام کے مخالف قانون کو ترقی دے رہے ہیں چنانچہ شراب خانہ اور بازاری عورتوں کی گرم بازاری ہے، بے پردگی، رشوت، سود خوری پینے کی نسبت کمی گنا ترقی کر گئی ہے۔ ہم تو پردہ کی حمایت میں ہی کہہ رہے تھے مگر انہوں نے بے پردگی سے بھی آگے بڑھ کر عورتوں کی عورت بنالی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کبھی نہیں دیکھی گئی۔“

اب میں، پیر صاحب مانگی شریف اور مولوی عبدالستار خاں نیازی تینوں شہر بہ شہر چلے کر کئے غام لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں اور ان سے قسمیں اور عہدے لے رہے ہیں کہ اسلامی قانون کا اجرا چاہیں نہ کہ موجودہ شیطان قانون کا چنانچہ سب لوگ باتفاق رائے اقرار کرتے ہیں کہ ہم سب اسلامی قانون چاہتے ہیں۔ فقیر نے کہہ دیا ہے کہ جہاں سب پہلا موافق و مددگار یہ فقیر تھا وہاں بصورت دیگر پہلا مخالف بھی یہی ہوگا۔“

حضرت امیر ملت قدس سرہ کا یہ جہاد تادم والپہیں جاری رہا اور بالآخر وہ اس درد کی ککھ لیے ہوئے ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو در بھمبر (برس) رحلت فرما کر جنت الفردوس میں جا بسے

مگر ان کی روح ابھی تک نظام اسلام کے نفاذ کی خبر سننے کے لیے بے قرار ہے۔

۱۲ اگست ۱۹۸۷ء کو حکومت پنجاب نے حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں عظیم النظیر خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے تحریک پاکستان ایوارڈ کا اعزاز دیا۔

ایوارڈ کی اپنی مسئلہ اہمیت حیثیت سمجھی مگر اصل کام نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے، ملک کو امن و آشتی کا گوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ و اعزاز سب بے مقصد اور بے سود ہیں۔

حضرت امیر ملت کی رحلت کے بعد آپ کے سیاسی جانشین ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تن من دھن کی بازی لگا کر مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں قید و بند تو کجا دار و رسن تک بھی پہنچنا پڑا مگر آفرین ان کی ہمت کے کہ ابھی تک اپنے مشن کی کامیابی کے لیے دیوانہ وار سرگرم عمل ہیں۔ ہمت بلند و ارپیش خدا و سلیق او باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

نوٹ: حوالہ جات لگے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ (قصوری)





## حوالہ جات

۱۔ "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض، کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳۔

۲۔ "انوار امیر ملت" از محمد صادق قصوی، بزم کلاں (قصور) ۱۹۷۹ء ص ۱۵۔

۳۔ "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸-۲۸۷۔

۴۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳۔

۵۔ "آوج" جلد گورنمنٹ کالج شاہہ لاہور، "قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" ۹۱-۱۹۹۰ء ص ۴۱۵۔

۶۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ جلد ۳۴ شماره ۵ بابت مئی ۱۹۳۸ء ص ۲۶۔

۷۔ ایضاً ص ۲۴۔ فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۷۵۔

۸۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴۔

۹۔ "قائد اعظم اور مرشد" از عزیز جاوید، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۷۔

۱۰۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴۔

۱۱۔ "تذکرہ شہ جاعت" از عبدالقادر فیاض بلگودوی مطبوعہ میسور (انڈیا) ۱۹۵۴ء ص ۷۷ تا ۷۸۔

۱۲۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۸۰ء، پروفیسر محمد عثمان کامنوں، "ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

"فدایان امیر ملت" از محمد صادق قصوی مطبوعہ بزم کلاں (قصور) ۱۹۸۱ء ص ۲۴، ۲۵۔

۱۳۔ "اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خان، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۰۔

۱۴۔ "قرارداد پاکستان" تصنیف، لطیف احمد شروانی (ترجمہ: خواجہ رضی حمید) مطبوعہ قائد اعظم لکھنؤ کراچی طبع ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۔

نوٹ: علی گڑھ سکیم کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ "پاکستان منزل بمنزل" از سید شرف الدین پیرزادہ، کراچی ۱۹۶۵ء ص ۳۳ تا ۲۴۱۔

۲۔ "انڈیا پور ایڈو" (انگریزی) از راجندر پرشاد، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۸۱ تا ۱۸۴۔

۳۔ "تحریک پاکستان منزل بمنزل" (۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک) شائع کردہ قومی ادارہ

برائے تحفظ دستاویزات حکومت پاکستان، وزارت ثقافت و سیاحت اسلام آباد مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۸۵ء

۴۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۷ فروری ۱۹۴۰ء ص ۵۔

۵۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت فروری ۱۹۴۰ء ص ۲۲ تا ۲۳۔

تذکرہ شہ جماعت "از سید حمید حسین علی پوری، لاہور ۱۹۷۲ء ص ۹۷ تا ۹۸

جامع اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۴۴۴۔

۱۴۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیال کوٹ ماہ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶۔

۱۵۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیال کوٹ بابت اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶۔

تذکرہ شاہ جماعت "از سید حمید حسین علی پوری ص ۹۹۔

خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس، از محمد حلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۔

۱۶۔ "قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ" ایک بیرونی قلم سے مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۴۴۔

"سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۴۹۔

روزنامہ "ربیع" حیدر آباد دکن یکم اگست ۱۹۴۷ء۔

"اسلام اور قائد اعظم" از محمد حنیف شاہ، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۴۷ تا ۱۴۸۔

"قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ" از محمد حنیف شاہ، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۔

۱۷۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر، کراچی ۱۹۸۵ء ص ۱۵۱/۱۵۲۔

۱۸۔ "برگ گل" جلد اردو کان کراچی، "قائد اعظم نمبر" ۱۹۷۶ء ص ۱۹۳۔

۱۹۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۰، ۴۸۱۔

۲۰۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۵۲، ۱۵۳۔

۲۱۔ "مشائخ ہوشیار پور" از میان عطار اللہ ساگر وارثی، لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۰۔

۲۲۔ "مکاتیب بہادر یار جنگ" جلد اول از نواب بہادر یار جنگ، کراچی ۱۹۷۷ء ص ۵۱۷۔

۲۳۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۴ جولائی ص ۲ ک۔

۲۴۔ ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۲۵ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۱۔

۲۵۔ مجلہ "برگ گل" "قائد اعظم نمبر" ص ۱۹۴۔

۲۶۔ "ممی کی محبت" از پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی، لاہور ۱۹۸۸ء ص ۷ تا ۹۔

۲۷۔ "پانی و بجلی (روايت) کے ترقياتي ادارے کا مجلہ "برقاب" "قائد اعظم نمبر" دسمبر ۱۹۷۶ء مضمون

"قائد اعظم عظیم شخصیت کے مختلف و متنوع پہلو" از سلیم چوہدری ص ۱۲۸۔

۲۸۔ "خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۴۲، ۴۳۔

"امام صحافت، ناسخ سیفی" از خلیق الرحمن سیفی، فیصل آباد ۱۹۸۸ء ص ۷۵ بحوالہ ہفت روزہ



سعادت لائپور بابت یکم و ۸ جولائی ۱۹۴۵ء۔

- ۴۹۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۱۴، "برگ گل" قائد اعظم قبرستان ۱۹۴۰ء۔  
 ۵۰۔ مکتوب گرامی صاحبزادہ اختر علی صدیقی بنام پروفیسر منظور الحق صدیقی از کراچی مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۰۹ء۔  
 ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اگست ۱۹۶۱ء ص ۳۵۔

- ۵۱۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شماره ۳۸ بابت ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵۴۔  
 ۵۲۔ "ستر با ادب سوالات و غیبی ایجابیہ" از مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) ۱۹۴۶ء ص ۲۷، ۲۸۔

۵۳۔ ایضاً ص ۲۸۔

- ۵۴۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

۵۵۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۲ تا ۴۸۳۔

- ۵۶۔ "پیر صاحب مانکی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد" از پروفیسر سید وقار علی شاہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۹۔

"جواہر نقشبندیہ نظام چورانیہ" از محمد یوسف نقشبندی فیصل آباد ۱۹۷۹ء ص ۳۳۳ تا ۳۳۴۔

- ۵۷۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

۵۸۔ "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۹۹۔

- ۵۹۔ "اجمل انوار الرضا" از مولانا حشمت علی خان لکھنوی، پیلی بھیت (انڈیا) دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۸۱۔

۶۰۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۸۔

۶۱۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۳۔

"قائد اعظم اور سرحد از عزیز جاوید، پشاور ۱۹۷۸ء ص ۱۳۶۔

- ۶۲۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۰، کوالہ ہفت روزہ

"دبیر سکندری" رامپور بابت ۸ رذی قعد ۱۳۶۴ھ۔

- ۶۳۔ "مشائخ ہوشیار پور" ص ۱۱، کوالہ ہفت روزہ "فاتن" لاہور، دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۶۴۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

ہفت روزہ "دبیر سکندری" رامپور بابت ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۳۔

"اجمل انوار الرضا" ص ۸۱، ۸۲۔ "ستر با ادب سوالات" ص ۱۹۔

۵۰۔ "ستر باب ادب سوالات" ص ۸۸۔

۵۱۔ "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۷ء ص ۱۴۵ تا ۱۶۲۔

۵۲۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۳؎ فروری ۱۹۴۶ء ص ۱۱۔

۵۳۔ ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۹ تا ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۰۔

۵۴۔ "قائد اعظم اور ان کا عہد" از سید رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۰۵ تا ۲۰۶۔

۵۵۔ پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور یکم تا ۱۵ اگست ۱۹۹۲ء ص ۱۶۵۷ تا ۱۶۵۸ اگست ۱۹۹۲ء۔

۵۶۔ ۲۳ بحوالہ روزنامہ "الغلاب" لاہور بابت ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء۔

۵۷۔ پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور ۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۳۲۔

۵۸۔ "اکابرین تحریک پاکستان" از محمد علی چوانا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۲۴۹۔

۵۹۔ "سیرت امیر ملت" ص ۱۴۵۔

۶۰۔ "کاروان شرق" از حکیم آفتاب احمد قرشی، لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۳۴۔

۶۱۔ "قلمی یادداشت" جناب رشید نیاز مصنف تاریخ سیالکوٹ "محرمہ ۲ مئی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد صادق قصری۔

۶۲۔ "ستر باب ادب سوالات وغیرہ ایمانیہ" ص ۱۱۲ بحوالہ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸؎ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۸ تا ۹۔

۶۳۔ مجلہ "اوج" گورنمنٹ کالج شاہدہ لاہور، قمریہ پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۹۱-۱۹۹۰ء ص ۲۵۵ بحوالہ ہفت روزہ "دبیر سکذری" رامپور بابت ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء۔

۶۴۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۸؎ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۱۔

۶۵۔ "انسٹروپوسیت محمد امیر شاہ قادری گیلانی یکہ قوت پشاور مطبوعہ پندرہ روزہ "نور الہدیت" لاہور جلد ۴ شماره ۹ بابت یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۱۱۔

۶۶۔ ماہنامہ "الوار الصوفیہ" قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۸۱ء ص ۱۴ تا ۱۵، مضمون مولوی محمد سلیمان صدیقی آف دیرہ غازی خان، "قائد اعظم کا روحانی مقام"۔

۶۷۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳؎ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۶۔

۶۸۔ "تاریخ پاکستان" (۱-۷) از شیخ محمد رفیع الیم لے (تاریخ)، سید مسعود وحید بخاری الیم لے (تاریخ و فاری) چوہدری سار احمد الیم لے (تاریخ و بیاسیات) مطبوعہ لاہور ستمبر ۱۹۹۲ء۔



- تحریک پاکستان" از پروفیسر شیخ محمد رفیع مطبوعہ لاہور جولائی ۱۹۷۹ء ص ۴۱۱۔
- ۵۹۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۷۵۔ ماہنامہ الزوار الصوفیہ "قصر اکبر" ۱۹۷۱ء ص ۱۵۔
- "امیر ملت اور آل انڈیائی کانفرنس" لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۱۔
- ۶۰۔ "خطبات آل انڈیائی کانفرنس" ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔
- "حیات مد الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی، لاہور طبع دوم ص ۱۸۹ تا ۱۹۰۔
- ۶۱۔ ہفت روزہ "الغقبیہ" امرتسر بابت ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۱۱، "سیرت امیر ملت" ص ۴۷۹۔
- ۶۲۔ "سیرت النبی بعد از وصال النبی" از محمد عبد المجید صدیقی ایڈوکیٹ، لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۳۳۔
- بحوالہ ہفت روزہ "الجمیعتہ" دہلی، فروری ۱۹۵۸ء ص ۷۱۔
- ۶۳۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۷۔
- ۶۴۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۸، "تاریخ عظیم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۶۴۔
- نوٹ: تفصیلی خط و کتابت کے لیے مصنف کی دوسری کتاب "مکاتیب امیر ملت" ملاحظہ فرمائی۔
- ۶۵۔ "تحریک پاکستان میں سیال کرٹ کاروار" ص ۲۰۵۔
- ۶۶۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۹ تا ۴۹۰۔ "تاریخ عظیم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۶۶۔
- ۶۷۔ "فیضان امیر ملت" از مرزا ذوالفقار علی بیگ جامعی حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۸۸، ۸۹۔
- ۶۸۔ "مد الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی" از پروفیسر اشتیاق طالب رفا اکیڈمی لاہور ص ۲۵ تا ۲۷۔
- ۶۹۔ "فیضان امیر ملت" ص ۸۴، ۸۵۔
- ۷۰۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۶ اگست ۱۹۸۷ء۔

## اقبال اور امیر ملت

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت اگرچہ ورثہ میں ملی تھی مگر اس کو جلاسنوسی ہند امیر ملت پیر سید جاعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی صحبت مقدسہ سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی حضرت علامہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھریاں لگ جاتی تھیں۔ حضرت امیر ملت کی صحبت فیض اثر کی وجہ سے ان کا ایک ایک لمحہ سرور و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دہریں کم خستہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کرنے میں گزرا۔ چنانچہ جب لاہور میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے لیے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی مساعی جمیلہ کا آغاز کیا تو حضرت علامہ نے بھرپور ساتھ دیا۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء بروز منگل اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر صدارت شاندار طریقے سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید منائی گئی۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت کی طرف سے لاہور شہر میں اعلان کیا گیا تھا کہ تمام دکاندار اور اہل حرفہ اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید میلاد منائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نماز ظہر سے بعد نماز عشاء تک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں نامور علمائے دین اور شاہیر وطن نے خطاب کیا اور شعرائے شیریں بیان نے نہایت موثر نظمیں پڑھیں اور وجد آور مغتول سامعین کے قلب و جگر کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال کیا۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات لوگ ماہی بے آب ہو کر تڑپتے اور چیخیں مارتے تھے۔ اس جلسہ سے علامہ اقبال، سر شیخ عبدالقادر مدیر مخزن، مولانا ظفر علی خان، مولانا مفتی محمد عبداللہ لونی اور مولانا عبدالحکیم کلانوی نے خطاب کیا۔

حضرت علامہ اقبال نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا کہ جلسے صرف تماشا نہیں



بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی اور کچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لیے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جب تک ساری قوم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان ہستیوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈوں میں پیدا نہ کرے، تب تک ان کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

علامہ اقبالؒ کو بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور اہل اللہ سے بھی خصوصی عقیدت و محبت تھی، ان کا خیال تھا کہ تمام ایسے اوصاف و محاسن جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا نامہ ہیں و محض انہی بزرگوں کی تعلیم تربیت اور فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ ”بانگ درا“ میں اپنی اس عقیدت و محبت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

چھپا یا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے  
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ غفلت کی  
تندر دو دل کی ہو تو کر خدمتِ پیروں کی  
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو  
ترستی ہے نگاہِ نار سا جس کے نظام سے کو  
کسی ایسے شر سے سے پھونکا اپنے خرمیوں کو  
وہ ناز آفریں سے جلوہ پیرا نازینوں میں  
الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ ایک سینوں میں  
نہیں ملتا یہ گوہر بار شاہد کے تریوں میں  
یہ بیٹھا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں  
وہ دانتِ انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں  
کہ غرضِ قیامت بھی ہو تو سے خوشہ چیں میں

حضرت علامہؒ، اولیاء اللہ کی کرامتوں کے بھی قائل تھے اور پیر یا مرشد کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اس کے بغیر انسان کوئی صحیح راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ کہتے تھے کہ:

”روحانی فائدہ تو ان بزرگوں سے صرف ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اہلِ دل  
ہیں، جن کے دل میں دروہ ہے، جن کے قلب میں گرمی اور جن کی روح میں تڑپ ہے۔  
لیکن کم سے کم اخلاقی فائدہ تو ہر مرید حاصل کر سکتا ہے۔ پیر کی صحبت سے دلِ بشرطیکہ  
رکنا داری نہ کرتا ہو، ہر مرید اپنا اخلاق سنوار سکتا ہے۔ اور جس کا اخلاق درست ہے،  
جس کے افعال نیک ہیں اور جس کے اعمال، اعمالِ حسنہ کہے جاتے ہیں، اُس سے  
بڑھ کر اور کون بہترین انسان ہو سکتا ہے۔“

اگرچہ اقبالؒ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے مگر انہیں ہر سلسلہ کے بزرگوں سے نہایت درجہ  
عقیدت تھی۔ حضرت امیر ملتِ قدس سرہ کی صحبتِ فنیہ اثر کی بنا پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں  
سے تو انہیں خصوصی ارادت تھی۔ حضرت خواجہ خواجگان سید محمد بہار الدین نقشبندیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ سے اُن کی محبت اور عقیدت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۱ء کے ایک خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

”خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے۔“

حضرت علامہ نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کی پیدائش کے موقع پر شہر کیا تھا کہ جب جاوید

ذرا بڑا ہوگا تو اسے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے مزار پر انوار پر حاضری کے لیے لے جاؤں گا۔ چنانچہ ۲۹ جون ۱۹۳۲ء کو سرہند شریف، جاوید اقبال کو لے کر گئے اور ۳ جون کو واپس تشریف لے آئے۔ ۳ جولائی کے ایک خط میں لکھتے ہیں :

مزار نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ بڑا پاکیزہ مقام ہے۔ پانی اس کا

سرد و شیریں ہے۔ سرہند کے کھنڈر دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آ گیا جس کی بنا

حضرت عمرو بن عاصؓ نے رکھی تھی۔ اگر کھدائی ہو تو معلوم نہیں اُس زمانے کی تہذیب

تمدن کے متعلق کیا انکشاف ہوں۔ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے تک بحال تھا اور

موجودہ لاہور سے وسعت اور بادی میں دگنا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کئی بار سرہند شریف حاضر ہوئے اور فیوض باطنی سے مالا مال

ہو کر واپس آئے اور ہر دفعہ اپنے تاثرات سے احباب کو مطلع کیا۔ پھر بال جبریلؑ کی ایک نظم میں اپنے

قلبی تاثرات اور حضرت مجدد قدس سرہ کے کارناموں کا ایجاز و اختصار کے ساتھ ذکر کیا، اس نظم کا عنوان

ہے ”پنجاب کے پیرزادوں سے“ گویا یہ نظم خانقاہ نشینوں کے لیے درس طریقت ہے۔ علامہ فرماتے

ہیں :۔ حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی کدیر

وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ حجاب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم ہے، گرمی حوار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہاں

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر وار

انکھیں میری بینا ہیں و لکین نہیں بیدار

آئی یہ صدا کہ سلسلہ رفت سرور بند

ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں

پیدا کلام فتنہ سے ہو طرہ دستار

باقی کلام فتنہ سے تھا ولولہ حق

مطروں نے چڑھایا نشہ خدمتِ سرکار



حضرت علامہ کے معاصرین میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ذات متاودہ صفات کی لحاظ سے ممتاز اور بے مثال تھی۔ حضرت امیر ملت بیک وقت میدان شریعت و طریقت، ادب و سیاست اور حقیقت و معرفت کے شہسوار تھے۔ اور قومی و ملی کارنامے سرانجام دیتے ہیں عظیم النظر تھے۔ غرض آپ کی نابغہ روزگار شخصیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی صحیح معنوں میں جانشین اور مبلغ تھی۔ آپ کے فکر کی اصل حجازی تھی اور آپ کا آستانہ شہنشاہوں کے دربار سے ارفع و اعلیٰ تھا۔

دربار شہنشاہی سے خوشتر مردان خدا کا آستانہ!  
ہمت ہو اگر تو دھونڈو فخر جس فقر کی اصل ہے حجازی  
اس فقر سے آدمی میں پیدا! اللہ کی شان بے نیازی  
چونکہ اقبال خود ایسے فقر کی تلاش میں تھے جس کی اصل "حجازی" ہو، وہ "محبت" کے نہیں  
"حجازیت" کے عاشق تھے۔ اور جہاں جہاں ان کو "حجازیت" کے آثار نظر آتے تھے وہ بسر و چشم اور لب و لہجہ  
اس طرف جلتے تھے۔ ان کے نزدیک "محبت" "سکوئی" (SUKH) ہے اور "حجازیت" "حرکی" (DYNAMIC) ہے۔  
ہے چنانچہ "حجازیت" کا یہ عاشق بھی خواجہ نقشبندؒ سے استفادہ کرتا ہے، کبھی حضرت مجددؒ کے مزار مقدس  
پر بوسہ زن ہوتا ہے اور کبھی اپنے اس پاکیزہ ذوق کی آبیاری کے لیے خواجہ نقشبندؒ اور مجددؒ کے نائب  
حضرت امیر ملت کے قدموں میں بیٹھتا ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ کی چشم بینا، حضرت امیر ملت کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھی یہی  
وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت امیر ملت سے مستفید و مستفیض ہونے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔  
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں علامہ ذرا دیر سے پہنچے۔  
کرسیاں بھر چکی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر ملتؒ کو کجا صدارت پر جلوہ افروز تھے  
حضرت علامہ اگر حضرت امیر ملت کے قدموں میں بیٹھ گئے، اور کہنے لگے :  
"اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا بھی موجب فخر ہے۔"  
حضرت امیر ملتؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا :

"اور اقبال جس کے قدموں میں آجائے اُس کے فخر کا کیا ٹھکانا!"  
چونکہ حضرت علامہؒ مردم شناس اور ذہین شاعر تھے چنانچہ اسی آن یہ شعر موزوں پڑھا۔  
سر رکھو کے برے پاؤں پر کہتا ہے اقبال  
کھو کر سے تری پیدا ہوں اقبال ہزاروں

یہ ترسب جانتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبال ایک عموں خاندان سے تعلق رکھنے اور اولیائے کرام اور صوفیائے نظام سے دلی عقیدت و ارادت رکھنے کے باوجود ایسے موفیوں اور پیروں سے سخت متفق تھے جو روحانیت میں ترقی کرنے کے بجائے اپنا پیشہ گرداوری بلکہ گداگری بنا لیتے ہیں اور اپنے مریدوں پر سالانہ ٹیکس لگا کر ان کا خون چوستے ہیں۔ وہ دوسروں کو تو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ دنیا مڑا رہے، کافروں کے لیے ہے، مومنوں کو عیش و راحت بہشت میں ملے گی لیکن خود دنیا طلبی میں مبتلا ہو کر محل کھڑے کرتے ہیں، عالی شان عمارتیں بنواتے ہیں اور جاگیریں خریدتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ کے کلام میں جان بجا اس قسم کے اشارے پائے جاتے ہیں : ط

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی  
گھر پیر کا بجلی کے پرائوں سے روشن  
اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے ٹنناک  
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ ننگا

اور اس کی وجہ یہ تھی :

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال  
مٹا کی شریعت میں فقط مستی انگفار  
شاعر کی زائردہ و افسردہ و بے ذوق  
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار  
وہ درجہ بظہر سراسر آتا نہیں مجھ کو  
ہو جس کے گرد پے میں فقط مستی زکوار  
”شراب البست“ بے عملی کا بہانہ بنی اور مسلمان یہ کہہ کر قسمت کا لکھا ہی ایسا تھا، زندگی کی کشمکش سے بھاگ کھڑا ہوا اور مجبور و خمور نے اُس کے قوائے عمل پر اپنا تسلط جمالیا : ط

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں  
بہانہ بے عملی کا بنی شراب البست  
فقہیہ شہر بھی رہبانیت پر ہے مجبور  
کہ معرکہ میں شریعت کے جنگ دست بستہ  
کہہ کر کشمکش زندگی سے مردوں کا  
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

نتیجہ یہ ہوا کہ جس قرآن پاک کی تعلیم نے مسلمانوں کو مرد پرورین کا امیر بنا چھوڑا تھا، اب اُسی قرآن مجید سے ترک جہاں کی تعلیم اخذ کی جا رہی ہے : ط

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم  
جس نے مومن کو بنایا مرد پرورین کا امیر  
تن بہقتسیر ہے آج اُن کے عمل کا انداز  
مٹی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر  
تھا جو ناخوش بتدریج وہی خوب ہوا  
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر  
غرض اقبال کی نظر میں مسلمان خود اپنے کو اور اپنے خدا کو فریب دے رہا ہے : ط  
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی  
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ



خیر یہ باتیں تو محض اغوائی حیثیت رکھتی ہیں، مقصد بیان یہ ہے کہ حضرت علامہؒ نے اپنے دوست  
ملتی محمد الدین فوق مدیر اخبار کشمیری لاہور سے کئی دفعہ کہا کہ اس قسم کا کوئی رسالہ جاری کریں جس سے  
فرقہ صوفیاء کی کوئی اصلاح ہو سکے۔ اُن کی غلط تعلیم نے مسلمانوں کو مڑہ ذل بنا دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے سامنے  
ایسا اسلام پیش کرتے ہیں، جس پر صد ہا غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ جب یہ لوگ خود ہی اسلام کی طرح  
سے واقف نہیں تو اپنے نزدیکوں کو کیا خاک تعلیم دیتے ہوں گے۔ اُن کو راہِ راست پر لانے اور اُن  
میں عشقِ الہی کی گرمی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

فوق صاحب نے اپنی مجبوریوں کا ہر کہیں کہ مجھے ہفتہ وار اخبار کشمیری سے ہی فرصت نہیں  
ملتی۔ پھر یہ طبقہ ایسا ہوشیار ہے کہ وہ رسالے کے مضامین دیکھ کر ہوا کا رخ پہچان لے گا اور اسے ہاتھ  
بھی نہیں لگائے گا۔

اقبال نے فرمایا کہ اس کا علاج نہایت سہل ہے۔ شوگر کو ٹڈی گولیاں مضامین لکھیے۔ گڑ میں  
زہر ملا کر دیجئے اور اپنے آپ کو بالکل اُن کا ہمد و اور عقیدت مند ظاہر کر کے اس کام کو ہاتھ لگائیے۔ پھر یہ آپ  
کی بات سنیں گے اور آپ کے مشورے بھی قبول کریں گے۔ اس طرح کچھ خدمت بھی ہو جائے گی اور اصلاح کا  
مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ فوق صاحب قائل ہوئی گئے اور اگست ۱۹۱۴ء میں انہوں نے رسالہ  
"طریقت" جاری کر دیا۔ ث

حضرت امیر ملت قدس سرہ تراویح سے بہت پہلے اصلاح صوفیہ کی خاطر ۱۹۰۴ء میں لاہور  
سے ماہنامہ "الاراء الصوفیہ" کا اجراء فرما چکے تھے، جس کے مقاصد میں صلیح تصوف کی ترویج "اور اصلاح صوفیہ"  
کا کام سرِ فہرست تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ اپنی تمام تر تنہائی برقیے کار لا رہے تھے۔ اور اُن  
کی زبردست خواہش تھی کہ اور لوگ بھی اس میدان میں آئیں اور صوفیہ خام "اور تصوف" نام کا قلع  
فتح کر دیں۔ ث

رسالہ "طریقت" کی عالمی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی، اس لئے ملک کے گوشے گوشے میں اس  
کی پذیرائی ہوئی۔ حضرت امیر ملت نے سب سے پہلے اور سب سے پہلے حضرت اقبال کے اس محبوب و مرغوب پیچھے  
کا خیر مقدم کیا۔ خود خریدار بنے، فوق صاحب کو اپنی جیب خاص سے بارہا گرانقدر مالی امداد دی اور پنجاب  
حیدر آباد کن، کشمیر اور میسرور سے بالخصوص اور تمام برصغیر سے بالعموم آپ کے یارانِ طریقت نے موقوف امداد دینی جس  
سے رسالہ کو مالی پریشانیوں کا کوئی خوف و خطر نہ رہا۔ حضرت امیر ملت کی پیروی کرتے ہوئے آلوہار شریف  
ضلع سیالکوٹ، آوان شریف ضلع گجرات، چشتیاں راجا واپور، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان اور کوپٹہ

کے اہل دل حضرات نے بھی کافی خریداریاں کئے۔

نومین مقرر سے ہی عرصہ میں اس رسالے کی اشاعت دو ہزار تک پہنچ گئی۔ عام لوگوں نے بھی اس کو پسند کیا اور ہندو بھی خاصی تعداد میں اس کے خریداریاں کئے۔ اقبال اپنے اگلے ہوئے پورے کو پھیلنا چھوڑ دیکر بہت خوش ہوئے۔ فوق صاحب کا دوبار میں مصروف رہنے کے باعث کچھ عرصہ حضرت علامہ کی ملاقات کو نہ جاسکے۔ اس پر علامہ نے انہیں خط لکھا :

ویر فوق !

..... آپ کبھی ملتے ہی نہیں۔ اب تو آپ پیر طریقت بھی بن گئے۔ خدا کرے جلد غلط

جماعت علی شاہ صاحب کی طرف آپ کے ورود کشمیر کے متعلق اطلاعاتیں شائع ہوا کریں۔  
والسلام۔

آپ کا خادم

محمد اقبال

۲۳ جولائی ۱۹۱۵ء

حضرت علامہ کے اس خط سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

- ① حضرت علامہ کے دل میں حضرت امیر ملت کا بے حد احترام تھا۔
- ② حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کی سرگرمیوں کو نظر استحسان دیکھتے تھے۔
- ③ حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کے دوروں میں دلچسپی رکھتے تھے اور باخبر رہتے تھے۔
- ④ حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کے کارناموں سے اتنے متاثر تھے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی مثالیں دیا کرتے تھے۔
- ⑤ حضرت علامہ کا حضرت امیر ملت سے متاثر ہونا حضرت امیر ملت کی عظمت، بزرگی اور بلند مقام پر فائز ہونے کی روشنی دلتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں غازی علم الدین شہید کیس میں حضرت علامہ اور حضرت امیر ملت نے ایک ساتھ بلکہ

ایک جان ہو کر بھرپور کردار ادا کیا۔ دونوں بزرگوں نے واسے، درے قدمے قلمے سچنے "علم الدین و فیض کیس" کی سرپرستی کی۔ اور غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ کے موقعہ پر دونوں زار و قطار رہے تھے، روتے بھی کیوں ناں کہ دونوں ہی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایک اور عاشق رسول علیہ التحیۃ والتناز کا جنازہ ان کے سامنے تھا۔ دونوں کا در و رنگ لاچکا تھا۔ حضرت علامہ نے اسی دوران غازی علم الدین کی شہادت کے بارے میں اشکوں سے منہ دھوئے ہوئے فرمایا :



”ہم باتیں ہی بناتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ترکھان لڑکا بازو لے گیا۔“

”اسیں گاماں کرے رہتے ترکھاناں داچنڈا بازو لے گیا۔“  
حضرت امیر ملتؒ نے رندھی ہوئی آواز میں ارشاد کیا :

دولت کا اتنا کیا بت نہ میرے داں میں کبھی حکومت کی خواہش  
پیدا ہوئی۔ میں کسی دنیاوی عالم سے آج تک مرغوب نہیں ہوا۔ حمد و نعمت کی دانستگی  
میں میری تارِ نفس بجتی رہتی ہے۔ میں نے کسی سے آگے بڑھ جانے کے متعلق بھی  
نہیں سوچا۔ جس کی آگ سے خدائے قدوس نے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ مگر  
غازی علم الدین شہید کا حال دیکھ کر میرے داں میں اس آرزو نے انگریزانی کا شش!  
یہ موت مجھے نصیب ہوتی۔“

غازی علم الدین شہید کی غازی جنازہ کے وقت حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت امیر ملتؒ کا حال یہی  
تھا۔ حضرت علامہؒ نے پنجابی زبان کے نامور شاعر استاد عشق لہر سے جنازہ کے حسبِ حال رُباعی سنلے کی فرمائش  
کی جو درج ذیل ہے :

میاں آج دوزنگیاں دیکھیاں نہیں نلے علم سانوں نلے عید بھی لے  
علم الدین دی ایس بہادری دی سانوں دید بھی لے تے شہید بھی لے  
جنت و حق رضواناں نے پچھنا نہیں کول خطا دہرے تے رسید بھی لے  
عشق لہر محمد داودہ عاشق غازی مرد بھی لے تے شہید بھی لے  
یہ رُباعی سن کر حضرت علامہؒ نے دو فرجیات میں استاد عشق لہر کی پیشانی چوم لی اور فی البدیہہ ارشاد فرمایا :  
نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غیر شہر  
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیہ نے مانگ  
آہ! اسے مرد مسلمان، تجھے کیا یاد ہیں  
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر!  
قدرِ قیمت میں ہے خول جن کا حرم سے بڑھ کر  
حرفِ لاتِ دُعَا مَعَ اللہِ اَللہُ اَخْرَجَ!

حضرت امیر ملتؒ قدس سرہ نے ارشاد کیا :

”میں نے بیتِ الحرم میں نمازیں ادا کیں، سجدہ نبویؐ میں سجدہ بڑیوں  
کا لطف بھی اٹھایا، مگر جو کیفیت علم الدین شہید کے جنازہ سے میں شامل ہو کر ہوئی  
وہ مجھے کسی اور جگہ نہیں ملی، کیا عجب ہے کہ خراجِ کل جہاں آقاؐ سے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے غلام کے جنازے میں خود تشریف لائے ہوں۔ اور اغلباً میری اس کیفیت کا سبب بھی یہی تھا۔

جہاں سرور متیر تھے جامِ دے کے بغیر  
وہ میکرے بھی ہماری نظر سے گزرتے ہیں

حضرت امیر ملت نے غازی علم الدین شہید کے مقبرہ کی تعمیر کے لئے ایک خطیر رقم بصورت نقدی پیش کی۔ حضرت علامہ نے مزار کا ڈیزائن بنانے میں مفید مشورے دیے اور یوں شہید محبت کا مزار تعمیر ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک کے سلسلہ میں سکھوں نے تنگی تلواروں کا جلوس نکالا اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اس پر حضرت علامہ اقبالؒ نے حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ :

”شاہ صاحب ! آپ گورنر سے کہہ کر مسلمانوں کو بھی تلواریں دلا دیں۔“

چنانچہ آپ نے گورنر سے ملاقات کی اور مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۵

حضرت علامہ اقبالؒ نسبت بیعت کے قائل تھے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

”یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں۔“ ۱۶

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علامہؒ سلسلہ قادریہ میں کہاں بیعت تھے۔ بعض حضرات نے علامہؒ کی بیعت حضرت قاضی سلطان محمودؒ آن اعوان شریف اگرات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ کئی حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علامہؒ نسبت بیعت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہؒ اپنے والد گرامی حضرت شیخ نور محمدؒ سے بیعت تھے۔ اس بات کا انکشاف حضرت امیر ملتؒ نے مئی ۱۹۳۵ء میں کیا تھا۔ اپنے اس راز کی عقدہ کشائی فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

”اقبالؒ نے رازداری کے طور پر مجھے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے

بیعت ہوں۔ اقبالؒ کے والد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے،

وہ انہی سے بیعت تھے ان کا سلسلہ قادریہ تھا۔“ ۱۷

ہم اپنے دعوے کی تائید میں حضرت علامہؒ کا وہ قطعہ تاریخ درج کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے والد ماجد کی رحلت پر لکھا اور ان کے والد ماجد کے سنگ مزار (قبرستان امام صاحب سیالکوٹ) پر کندہ ہے۔ اس قطعہ میں حضرت علامہؒ نے اپنے والد ماجد کو اپنا ”مرشد“ ظاہر کیا ہے :

پدر و مرشد اقبال ازین علم رفت ما ہمدراہ روان منزل ماملک ابد



ہاتف از حضرت حق خواست و تارین چہلی آمد آواز "اثر جنت" و آغوش لحد" ۱۳۴۹  
 حضرت امیر ملت کے نبیرہ اعظم حضرت سید اختر حسین علی پوریؒ ۱۳۴۹ء راوی ہیں کہ حضرت علامہ  
 کی علالت کے دوران جب حضرت امیر ملت بیمار داری کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علامہ بہت  
 خوش ہوئے اور اپنی بیعت کے بارے میں آپ کو گواہ بنایا۔ حضرت امیر ملت کے الفاظ چوکیاں ہیں :  
 "میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو ڈاکٹر صاحب  
 بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "حضرت ! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے والد صاحب رحمہ اللہ  
 کا مرید ہوں۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ میرے والد صاحب فلاں  
 بزرگ کے خلیفہ تھے۔"

حضرت سید اختر حسین فرماتے ہیں کہ حضرت امیر ملت نے ان بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر  
 مجھے یاد نہیں رہا۔ ۱۹

فروری ۱۹۳۶ء میں حج کو جاتے ہوئے حضرت امیر ملت نے ایڈیٹر روزنامہ "پیغامِ خبار"  
 لاہور کو اپنے ایک خط محررہ از بمبئی میں "تحریکِ سچے شہیدان" کے ضمن میں لکھا کہ "بائس اتحادِ ملت" مندرجہ  
 ذیل حضرات کو اپنے قیمتی مشورے میں شریک و شامل کر کے سہولت کار کی خاطر صحیح راہ پیدا کرے۔  
 ۱۔ ڈاکٹر سید ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۲۔ ڈاکٹر محمد عالم ۳۔ خان بہادر  
 شیخ عبد العزیز ۴۔ شیخ صادق حسن امرتسری ۵۔ میر مقبول محمد امرتسری ۶۔ ڈاکٹر میر بدلت اللہ امرتسری ۷۔  
 ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت میں حضرت امیر ملت نے حضرت علامہ سے فرمایا :  
 "آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔"

اور پھر یہ شعر پڑھا :  
 کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا  
 نگاہِ مردِ یمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت علامہ یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے :  
 "تو میری نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے۔"  
 ایک اور صحبت میں حضرت امیر ملت نے حضرت علامہ سے فرمایا کہ :  
 "ڈاکٹر صاحب ! آپ کا یہ شعر بھی مجھے یاد ہے :  
 میں نے نوگلشنِ جنت کو کیا اُس پہنثار  
 دستِ شرب میں اگر زیرِ قدم خارا آیا

اس پر علامہ نے اپنے ہاتھ حضرت امیر ملت کے پاؤں مبارک کی طرف بڑھلے مگر حضرت نے جلدی سے علامہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے پاؤں چھوٹنے سے منع فرما دیا۔ تب حضرت علامہ نے حضرت امیر ملت کا دست مبارک اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔

حضرت امیر ملت کو علامہ کا یہ شعر بھی پسند خاطر تھا :

رُخِ مُصْطَفٰی ہے وہ آئینہ کہ ایسا دوسرا آئینہ

نہ نگاہ آئینہ ساز میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حضرت علامہ کے دل میں حضرت امیر ملت کی جو قدر و منزلت تھی اُس کا اظہار انہوں نے "غربِ کلیم" میں "مرد بزرگ" کے عنوان سے ایک قطعہ میں کیا ہے :

قبر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق !

شمع محفل کی طرح سبک جدا سبک رفیق !

بات میں سادہ و آراوہ معانی میں دقیق !

اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق !

اُس کی نفرت بھی کیم اُس کی محبت بھی کیم !

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اُس کو

مثلِ خورشیدِ بحرِ فکر کی تابانی میں

اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا

حضرت علامہ کی آخری زندگی فقیرانہ بسر ہوئی۔ تمام شب بیدار رہتے تھے۔ بعد نماز تہجد مناجات میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ تازہ اشعار جو اس عالمِ کیف میں موزوں ہو کر زبان سے نکلتے تھے اُن کو طلوعِ آفتاب کے بعد قلمبند کر لیتے تھے۔ یہ فیض انہیں حضرت امیر ملت کے واسطے سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ملا تھا۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت علامہ اقبال کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ کو سخت صدمہ ہوا۔ ۱۰-۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو آپ کی زیر سرپرستی وزیرِ صدارت انجمن خدام الصوفیہ ہند کا ۳۵ واں سالانہ اجلاس علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ میں منعقد ہوا تو ہزار ہا فرزندانِ توحید کے سلسلے میں خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ سیالکوٹی جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ ہند نے حضرت امیر ملت کے ارشاد پر حضرت علامہ کی رحلت کے بارے میں نہایت ہی درد انگیز اور موثر تقریر کی۔ تمام حاضرین درودِ علم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ بعد میں نہایت ہی خشوع و خضوع سے دعائے مغفرت کی گئی۔ دوسرے دن ۱۱ مئی کو اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے خود تمام حاضرین کو حضرت علامہ کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا خصوصی حکم دیا اور تمام حاضرین نے دلی درود کے ساتھ دعائے مغفرت کی۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کو حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بے پناہ محبت تھی اور آپ



اُن پر بلعد شفقت فرماتے تھے، بدین وجہ اپنی آخری علالت میں حضرت علامہ کا یہ شعر بار بار پڑھتے اور تیب کوئی آپ کا حال دریافت کرتا تو یہی شعر سنادیتے :

تری بندہ پوری سے مرے دن گزر رہے ہیں  
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

## حواشی

- ① "سبیل الرشاد" از سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء - ۲۵۱۲۴ -
- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۱ اگست ۱۹۹۲ء - ۳ -
- ② "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء - ۳۶، ۳۵ - ۲۸۵، ۲۹۳ -
- سہ ماہی "اقبال ریویو" کراچی بابت جنوری ۱۹۶۱ء - ۱۷، ۱۶ -
- ③ "ذکر اقبال" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء - ۲۵۵ -
- "اقبال نامہ حصہ اول از شیخ عطار اللہ - ۷۹ -
- ④ "ذکر اقبال" - ۱۹۱ -
- ⑤ "حضرت مجتہد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۰ء - ۳۹۳، ۳۴ -
- "معاصرین، اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء - ۴۰۰ -
- ⑥ "بال جبریل" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۴۷ء - ۲۱۲، ۲۱۱ -
- ④ "غزب کلیم" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء - ۸۸ -
- ⑧ "سیرت اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء - ۱۰۸ -
- "عقوبہ نقشبند از حکیم سید امین الدین احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء - ۳۵۳ -
- ⑧ "سیرت امیر مات" از سید اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیدان ۱۹۷۵ء -
- کرامات امیر مات" از بخش مصطفیٰ علی خان میسوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء - ۱۹ -
- ⑨ "الزار شاہ جمالت" دقلی جلد سوم از مرزا ذوالفقار علی بیگ جمالتی، حیدر آباد دکن - ۴۹۴ -
- ⑩ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" - ۲۸۰ تا ۲۷۷ - "معاصرین، اقبال کی نظر میں" - ۳۳۸ تا ۳۴۱ -

- ۱۱ "سیرت امیر ملت" ص ۲۵۹ تا ۳۶۱۔
- ۱۲ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۸۸، ۲۸۷۔
- ۱۳ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۸۸۔ "وانائے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور۔
- ۱۴ "الوزار اقبال" از بشیر احمد دار مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۶۰، ۵۹۔
- ۱۵ "غازی علم الدین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۸۷، ۹۲، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۹۱، ۱۹۷، ۲۱۱۔
- ۱۶ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد چہارم ص ۶۷۳۔
- ۱۷ "ذکر اقبال" ص ۲۳۸۔ "وانائے راز" ص ۲۵۔
- ۱۸ "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" ص ۲۱۔ "اقبال نامہ" جلد اول ص ۷۷، ۷۸۔
- ۱۹ "ذکر اقبال" ص ۲۳۸۔ "سیرت اقبال" ص ۱۰۳۔
- ۲۰ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۴۔ "وانائے راز" ص ۲۸۔
- ۲۱ "سیرت امیر ملت" ص ۱۱۔
- ۲۲ ماہنامہ "الوزار الصوفیہ" قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۶۱، بحوالہ روزنامہ "پلیسہ اخبار" لاہور بابت ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء۔
- ۲۳ "سیرت امیر ملت" ص ۱۰۸۔ "سیرت اقبال" ص ۱۰۸۔
- ۲۴ "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۳، ۳۵۴۔ کرامات امیر ملت ص ۱۹۔
- ۲۵ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم ص ۲۹۲۔
- ۲۶ "مغرب کلیم" ص ۱۲۹۔ "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۲، ۳۵۳۔
- ۲۷ "کرامات امیر ملت" ص ۱۹، ۲۰۔
- ۲۸ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم ص ۲۹۲۔
- ۲۹ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء ص ۱۶۔
- ۳۰ ماہنامہ "الوزار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت مئی ۱۹۳۸ء ص ۳۲، ۳۳۔
- ۳۱ "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۲۔ "کرامات امیر ملت" ص ۱۹۔



# قائد اعظم اور امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علماء و مشائخ کے قدسی گروہ نے ہر دور میں حق و صداقت کا ساتھ دیکر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس حق گوئی و سبیلہ باکی کی پاداش میں کبھی وار و رسن کو چومنا پڑا اور کبھی قید و بند کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑا، کبھی غیروں نے سدا راہ بن کر ان کو ناکام بنانے کی سعی ناشکور کی اور کبھی اپنوں ہی نے حسد کی آگ میں جان کر انہیں ذلیل و خوار کرنے کی قسم کھائی مگر قائد حق اپنی منزل کی جانب شاداں و فرحاں چادہ پیار پا اور مخافین اُس کی گردِ راء کو بھی نہ پاسکے۔

سنو سی ہند امیر ملت پیر سید حافظ جامعیت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مذہبیات کی خدمت میں گزاری۔ انگریز حکومت اور کانگریس کی عیاریوں کے لیے نقاب کر کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ برصغیر میں مسلم مفاد کی جو بھی تحریک چلی، آپ نے اُس کا دل و جان سے ساتھ دیا۔ تحریک خلافت، شیعہ تحریک، فتنہ ارتداد، تحریک شہید گنج، ساروا ایکٹ، غازی علم الدین شہید کیس، علی گڑھ تحریک اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات سے کون واقف نہیں ہے۔ اس بات میں بال برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ اگر تحریک پاکستان میں حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی تو شاید پاکستان بھی تک معرض وجود میں نہ آتا یا اس کا نقشہ بہت مختلف ہوتا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کو قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے سلسلے میں جب قدر صاحب آلام سے دوچار ہونا پڑا وہ ایک الگ باب کی متقاضی ہیں اور اس وقت ان کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس وقت ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ قائد اعظم اور امیر ملت کے تعلقات کیا تھے اور یہ روابط کیسے اور کیونکر قائم ہوئے اور حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کیوں اور کیسے حمایت کی؟

۱۹۰۶ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈر مثلاً مولانا محمد علی جوہر دف ۱۹۳۱ء

نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء)، نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء)، حکیم جہاں خاں (ف ۱۹۲۷ء) اور جسٹس شاہد  
ہمایوں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سرحد کریمیہ اور مسلمانوں کے حقوق  
کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کے قیام کا اعلان کیا۔ تو حضرت امیر ملت  
قدس سرہ کے میلانات طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور آپ نے اس کے سیاسی کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے  
دیکھا اور دلمے و رے قلمیہ سخن اور قومی حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظمؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم و جدہ کا  
قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائد اعظمؒ کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون  
یقین دلایا۔ آپ اُس وقت جید آباد کن میں مقیم تھے۔ وہاں سے قائد اعظمؒ کے نام ایک ہمدانہ و  
افراد پر خلوص خط مع تبرکات بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش  
آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا، لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں  
یہ بوجھ آپ پر آن پڑے، میں آپ کی مدد کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں۔ میں اور  
میرے متوسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے، آپ مطمئن رہیں۔“

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس منعقدہ علی پور شریف  
خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے قائد اعظمؒ کی ملت اسلامیہ کیلئے خدمات اور ساعی جلیلہ کا  
اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت  
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۹۳۹ء میں جب کانگریس کی سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگریس وزارت  
مستعفی ہو گئی تو حضرت قائد اعظمؒ نے جمعۃ المبارک ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات“ قرار دیکر مسلمان ہند سے بھرا  
جمعہ بارگاہ بنو قریظ میں نفس شکرانہ پیش کرنے کی اپیل کی تو آپ نے دربار عالیہ علی پور سیدیاں رسیالکوٹ میں شایان  
شان یوم نجات منانے کا اہتمام فرمایا اور مسجد نور میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو گنا

۱۔ پاکستان ناگزیر تھا۔ از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳۔

۲۔ ”انوار امیر ملت“ از محمد صادق قصوی مطبوعہ برجکلاں دقنوں ۱۹۷۹ء ص ۱۵۔

ماہنامہ انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳۔ ”تحریک پاکستان میں رسیالکوٹ کا کردار“ از خواجہ محمد طفیل  
مطبوعہ رسیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸-۲۸۷۔ ۳۔ ”بہشت روزہ“ الفقہیہ امرتسر ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء ص ۱۳۔



شکرا ادا فرمایا اور اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور یوم نجات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

”دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانوں کو کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گئے؟ حاضرین نے با آواز بلند جواب دیا کہ اسلام کے! پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے تلے کھڑا ہوا، کیا تم اس کے جانیے کی ناز پر ہو گے؟ حاضرین نے بالاتفاق کہا، نہیں! ہرگز نہیں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔“

اس زمانے میں گوام مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدار ہو چکا تھا اور مسلمان اپنے دوست دشمن میں تمیز کرنے لگے تھے تاہم کثیر العدد مسلمان ہنوز مسلم لیگ سے برگشتہ تھے اور قائد اعظمؒ کو اجنبی سمجھتے تھے لیکن آپ کی روحانی بصیرت پر قائد اعظمؒ کی قلبی کیفیات منکشف ہو چکی تھیں اور آپ ان کو مسات کا بہ خیر، سچا ہمد و اور خام خیال کرتے تھے اسی لیے آپ نے یوم نجات میں اپنے خیالات عالیہ کا اظہار فرما کر قائد اعظمؒ کی تائید فرمائی جس کے نتیجے کے طور پر ملک کے شمال سے جنوب تک اور شرق سے مغرب تک آپ کے لاکھوں مریدوں اور ارادتمندوں نے مسلم لیگ میں خود شمولیت کی اور دیگر مسلمانوں کو بھی مسلم لیگ کے پرچم تلے لاکھڑا کیا۔ اس کے بعد جوں جوں قائد اعظمؒ کی سیاسی خدمات منظر عام پر آتی گئیں، آپ کی توجہ مبارک روز بروز قائد اعظمؒ اور مسلم لیگ کی طرف مبذول ہوتی گئی۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں جب قائد اعظمؒ علیحدہ قومیت کی بنا پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ نے ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کے موقع پر حسب ذیل ہمیشی تارار سال فرما کر حضرت قائد اعظمؒ کو اپنی تائید و حمایت کا مکمل یقین دلایا۔ تارکامضمون یہ تھا :

”فقیر معذور ورجیع اہل اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و ترقی کے لیے دعا کرتا ہے۔“

۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء کو ظہر کے وقت خاکسار کارکن رنہیق صابر آف مزننگ لاہور نے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیر ملت ان دنوں حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب مسلمانان حیدر آباد دکن کے محبوب رہنما سان الامت قائد ملت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگ دف ۱۹۲۳ء صدر آل انڈیا اسٹیٹ مسلم لیگ و صدر اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن، عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض فرمایا کہ میں نے آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ اپنے فوراً رو بہ قید ہو کر حضرت قائد اعظم کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کا مقصد کے لئے دعا مانگی۔ دوسرے دن آپ نے بقلم خاص قائد اعظم کے نام ہمدردی و مزان پڑھی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگ دوبارہ حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا مکتوب ان کو سنایا اور پھر نواب صاحب کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کرا کے اصل تحریر کو اس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر تسلی نسخہ قرآن مجید، ایک تھلی جانناز، ایک تسبیح، ایک شال، ایک زمزمی آب زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخشیش مصطفیٰ علی خان دف ۱۹۲۴ء (خلیفہ امیر ملت و سابق ڈی ایس پی بنگلور) حضرت قائد اعظم کو روانہ فرمایا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے مکتوب گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی دشمنی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین کی، ارجیل کی دشمنی، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے فال نیک ہے آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں



اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں  
کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔

نیکوئی صاحب جب حضرت امیر مملکت قدس سرہ کا مکتوب گرامی لے جا کر جانے لگے تو  
نواب بہادر یار جنگ بھی تشریف لے آئے اور نیکوئی صاحب کو اپنی طرف سے حضرت قائد اعظم کے نام  
مندرجہ ذیل خط دیا۔

حیدرآباد دکن

۳ اگست ۱۹۴۳ء

مائی ڈیئر مسٹر جناب

حاملِ رقعہ نذرا خان بہادر نیکوئی مصطفیٰ اعلیٰ خاں، امیر مملکت پیر سید عیسیٰ  
علی شاہ صاحب محدث علی پوری، کے پیغامبر میں جن کے پورے ہندوستان میں لاکھوں  
مزید اور جانثار موجود ہیں۔ وہ (مفتی) کفایت اللہ (دہلوی، دیوبندی) مولانا احمد سعید  
دہلوی (دیوبندی) اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے  
بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہر قسم کے سیاسی جبر و قریب سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے  
مذہبی تشخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی ان سے ملاقات کا شرف  
حاصل ہوا۔ میں نے ان کو آپ کا مداح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لیے بڑے  
نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قائمانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں ان کے اخباری  
بیان نے ان کے مریدوں پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت  
اور اثر و رسوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر مملکت نے اپنے پیغامبر کے ذریعے  
آپ کے لیے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کئے ہیں ان تحائف میں قرآن حکیم کا  
ایک نقلی نسخہ بھی ہے جو کین میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا  
ہے۔ یہ کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

سیرت امیر مملکت از نذیر حسین مطبوعہ ۱۹۶۵ء ص ۴۹ روزنامہ رہبر حیدرآباد دکن

یکم اگست ۱۹۴۳ء اسلام اور قائد اعظم از محمد صغیف شاہد لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۴۷-۱۴۸

قائد اعظم پر قائمانہ حملہ از محمد صغیف شاہد لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲  
اس خط سے قبل قائمانہ حملہ کی مذمت میں حضرت امیر مملکت کا بیان مختلف اخبارات میں چھپا۔ روزنامہ انقلاب لاہور نے اس بیان کو اپنی  
اشاعت پر ۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱ پر شائع کیا۔ (مقررہ)

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے پیغامبر کو چند منٹ کے لیے ملاقات کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جواباً تائید و تشکر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لیے بڑا سودمند ثابت ہوگا۔  
میں آپ کی محنت یابی اور درازی عمر کے لیے دعا گو ہوں۔  
آپ کا مخلص ترین

محمد مہار خاں

منحشی صاحب، خط اور تحائف کے کربھی گئے۔ مالا بارہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ خاکشروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ خود و متر القوم فاطمہ جناح کو مادرِ ملت سے مل کر خط اور تحائف ان کو دے آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیرِ ملت کو مطلع کیا۔ چند روز بعد (۱۱ اگست ۱۹۴۳ء) کا لکھا ہوا) قائد اعظم کا خط آیا، جس میں انہوں نے سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ: ”جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترقی نہیں دے سکتا، ایسے میں، ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جا نماز آپ نے اس لیے عطا کی کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لیے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس بات سے کی تعمیل بھی کروں گا۔“

جب قائد اعظم کا مکتوب حضرت امیرِ ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

۱۔ قائد اعظم خطوط کے آئینے میں۔ از خواجہ رفیع حیدر، کراچی ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۲-۱۵۱۔

۲۔ ”برگ گل“ مجلہ اردو کالج کراچی۔ قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۹۳۔



میں حیدر آباد کن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب ممبئی میں ہیں۔ جلتے  
بعد مسافت پر ان کو میرے مافی الغمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ وراں حالیکہ میں نے اس کا  
تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے  
دل کی بات جان لی۔ ۛ

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائد اعظم نے یہ خط لکھا۔  
ۛ اگست ۱۹۴۳ء

ذریعہ نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے  
قرآن شریف کا ایک نسخہ، مدینے کی بنی ہوئی جاناں، تسبیح اور زمرم اپنے پیغام بھان بہادر  
بخشی مصطفیٰ علی خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام  
اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو ان کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں  
گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے پیغام پر خوش آمدید نہ کہہ سکا البتہ مس جناح  
نے ان کا استقبال کیا اور تحائف وصول کئے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔  
تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا  
سلام قبول فرمائیے۔

آپ کا پُر خلوص

ایم اے جناح ۛ

جون ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملت، سری نگر (کشمیر) میں تشریف فرما تھے کہ قائد ملت

دہلی غلام عباس (دف ۱۹۶۷ء) جو آپ کے مرید صادق تھے، قائد اعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر  
ہئے۔ آپ نے قائد اعظم کی پُر تکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے و ستر خوان پر چنے گئے اور  
کشمیری راج کے مطابق آخر میں گشتا پر یا گشتا پر نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا  
آہستہ۔ دعوت کے اختتام پر حضرت شہنشاہ قائد اعظم کو تحائف بھی دیئے۔ ۛ

— میرٹھ امیر ملت — ۸۱ — ۴۸ — ۛ — قائد اعظم خطوط کے آئینے میں — ۵۲ — ۱۵۲ —  
— ہفت روزہ الفقہیہ — امرتسر — جولائی ۱۹۴۳ء — ۛ —

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مورخ کلیم اختر دف ۱۹۹۶ء کی زبانی سنئے :

” ۱۹۴۴ء حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سرنگر میں تھے آپ کا قیام ہو سس برٹ میں تھا۔ جموں اور سرنگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہزاروں مریدین تھے۔ جموں میں قاضی خاندان ان سے بیعت تھا۔ جموں تشریف لاتے تو قاضی امیر الدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی طہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ان قیام فرماتے جو ہدی غلام عباس مرحوم کو بھی ان سے عقیدت و ایوت تھی میرے تایا ماسٹر غلام حید مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر حضرت صاحب کے مرید تھے۔

سرنگر میں ۱۹۴۴ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں نشاط بانغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاوٹیکے لگائے گئے اور قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی اس دعوت میں سرنگر کے معززین کے علاوہ ان کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کار سے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت

پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ایک مرید نے ایک ڈبہ حضرت صاحب کی خدمت

میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگاز نکال کر قائد اعظم

محمد علی جناح کو پیش کیا۔ جسے انہوں نے لیا اور سدا لیا۔ بعد میں حضرت پیر جماعت

علی شاہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین نے

سگاز کیوں پینے کے لئے دیا۔

اس کا فرمایا۔ آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں

یہ کھانے کے بعد سگاز پیتے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میری نظروں میں اس کا

درجہ ولی سے کم نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت



پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تلقین بھی کی۔ ۱۵

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائد اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈے عطا کرائے، ان میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا اسلام لیگ کا ہے۔ اور دوسرا کفر کا۔  
 قد آور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین رہے ہوئے قائد اعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:

”میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔“ ۱۶

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیر زادہ محمد الزمر عزیز چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی تفصیل کچھ طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجیے!

”۱۹۴۴ء میں سیالکوٹ کے بعد، قائد اعظمؒ کشمیر تشریف لے گئے،

وہاں ان دنوں میرے پیر و مرشد حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سرینگر میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت صاحب کو حضرت قائد اعظمؒ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدان خاص الحاج اللہ دوہایا لالپوری اور الحاج غلام جیلانی و جیلانی ٹینٹ سر و س راوی روڈ لاہور کے ہمراہ دعوتِ عصرانہ کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، قائد اعظمؒ نے بخوشی حضرت امیر ملتؒ کی دعوت قبول فرمائی۔ آپ جب دعوت میں شرکت کے لیے پہنچے تو غار سے حضرت صاحبؒ تمام مریدین اور معتدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائد اعظمؒ کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ قائد اعظمؒ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائد اعظمؒ نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر آپ نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ مسلم لیگ کا نیا اور قیام پاکستان کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائد اعظمؒ کی درازی عمر اور صحت کے لیے

خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائد اعظم کو نہایت قیمتی سگڑ کا تحفہ پیش کیا، حالانکہ حضرت صاحب کی محفل میں کوئی شخص بھی سگڑ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائد اعظم کے رخصت ہونے کے بعد آپ کے مرید خاص حاجی اللہ ودھیا نے نہایت جری سے استفسار کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۲۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیروں لیدر حضرت مولانا شوکت علی اسی عقیدت، نیازمندی اور خلوص سے قائد اعظم کا احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔

مولانا شوکت علی مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائد اعظم کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ”میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی قوت ہے، وہ جناح کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر خاص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور ٹرک کی بڑھتی جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔“

اسی طرح میرے پیرو مرشد نے اپنے مرید خاص سے فرمایا: ”میرے خدا اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرت کاملہ اس سے مسلمانوں کی آزادی کے لیے کام لینے والی ہے، اس لیے میرے مریدین اور معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف جناح کی عزت و احترام کریں بلکہ ان کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔“

یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیے جب بھی جی ایم سید یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائد اعظم کی شان میں زبان طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میرے پیرو مرشد کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائد اعظم کی عظمت اور محبت کو دوچند کر دیتے ہیں اور میرا سر بانی پاکستان، بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زندگی کے آخری سانس تک اپنے پیارے قائد اعظم کے اس عطیہ خداوندی چینستان پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لیے جدوجہد جاری رکھوں گا۔ ۱۵

۱۵۔ مٹی کی محبت۔ از پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء۔ ص ۹ تا ۱۰



۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑکی بازی لگا رکھی تھی بہتر  
امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے میں دورے کیے اور قائد اعظمؒ کے حق میں فضا  
ساز کار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے  
لگے تو مصداق ”کھسیانی کی کھبانو پیچے“ جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظمؒ کی ذات والا صفات پر  
گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب اپنے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت  
کرتے ہوئے فرمایا :

”دوقومی نظریہ سب سے پہلے سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال  
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظمؒ نے اسی دوقومی نظریہ  
کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول  
یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقصد کی پیروی کے لیے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلکہ تیز  
غیر سے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے،  
مسلمانوں نے قائد اعظمؒ کو اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر ان کی ذات پر کچھ اچھالنا اور  
رکیک سوچیانہ حملے کرنا کیا معنی؟ ماسوائے ذاتی کدورت و حسد کے۔ یہ تو ایک اصول کی بات  
تھی، اب یہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر دھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک  
بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجالا رہا ہو۔  
اس کے بعد اپنے قائد اعظمؒ کی تائید و حمایت کے لیے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔  
خبر ستمبر ۱۹۴۵ء میں ایک بیان میں فرمایا :

..... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس  
طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد  
سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا  
کہ قائد اعظمؒ محمد علی جناح صاحبؒ نے مسلمانان ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان  
کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔

ماہنامہ ”الوزار الصوفیہ“ قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۴۔ ”برگ لگان“ قائد اعظم نمبر مئی ۱۹۴۷ء

فقیر بحیثیت امیر ملت، قائدِ عظیم مسلمانوں علی جناح کی اس اسپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں۔ اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔

۱۹۴۵ء ہی میں شعبہ نشر و اشاعت پنجاب مسلم لیگ نے ایک اشتہار بعنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" شائع کیا جس کا عکس ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور کے شمارہ جون ۱۹۴۶ء میں چھپ چکا ہے۔ اس اشتہار میں بہت سے مشائخ عظام نے مسلم لیگ اور قائدِ عظیم کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ :

محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کے واحد نمائندہ جماعت ہے۔

اس کے بعد اپنے اور زیادہ اہمک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائدِ عظیم کی حمایت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشین چھوڑ کر میدانِ عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاونِ عمل کے پیغامات موصول ہوئے، حضرت پیر صاحب مانگی شریف "پیر امین الحسنات" ف ۱۹۶۰ء، خود بنفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا :

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا۔"

اپنے فرمایا :

"ابنِ اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صفا کر رہے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔"

۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانگی شریف نے قائدِ عظیم کی مانگی شریف ضلع پشاور میں ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کو جلسہ کی صدارت کیلئے دعوت دی لیکن آپ ناسازیِ مطبع کے باعث تشریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملک حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب دف ۱۹۶۱ء کو قائدِ عظیم کے لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تحفہ کی تحفہ اور

بہت وزرۃ الفقہیہ امرتسر میں اکتوبر ۱۹۴۵ء "بحوالہ خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۳۸

خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس "ص ۴۲-۴۳" ۱۹ سیرت امیر ملت "ص ۸۳-۸۴"



کئی دوسرے مخالف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب نانکی شریف نے حضرت سراج الملت کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائد اعظم جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملت آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا قائد اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیر ملت نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔" یسٹن کر قائد اعظم بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائد اعظم کی شروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائد اعظم نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

۱۱/۱۰/۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیر ملت نے جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی تائید و حمایت میں فرمایا:

"حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں، اگر آپ مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو بڑھلا گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں مسکین ہوں۔ مسکین موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔"

ذرا اندازہ فرمائیے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کسی قدر دلیری، جرات اور بے باکی کے ساتھ قائد اعظم کی تائید و حمایت کی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گونا گوں رکاوٹیں آپ کے سیدھے نہ بن سکیں اور آپ ایک مرد مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے سپاہی یعنی قائد اعظم کی حمایت فرماتے رہے اور مخالفین معاندین کے منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

ہر خطہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا یسٹ کانگریس کا بنارس میں فقید المثال اجلاس شروع ہوا تو

۱۔ "سیرت امیر ملت" ص ۸۳، قائد اعظم اور سرحد از عزیز جاوید، پشاور ۱۹۷۸ء ص ۱۴۶۔

۲۔ قائد اعظم اور آن کاہد از رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۶۶ء ص ۶-۵۰۔

کانگریسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر اجلاس درہم برہم کرنے کی سازش تیار کی، ایک قرارداد مرتب کی جس میں قادیان کو کافر ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قادیان کو کافر کے بارے میں جو تعریفیں کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمد خاص صدر الانا فضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کو مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ساتھ سیلج پر تشریف لارہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر دی۔ آپ جلسہ گاہ پہنچے تو آپ کو کرسی پر بٹھا کر اسٹیج پر لایا گیا۔ آپ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ یک لخت پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :

”جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے ! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میرے قرآن و حدیث کی روش سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو ! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے :

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا۔ (سورۃ مريم ۹۶)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔“

تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کالال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قادیان ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب رہی میری عقیدت، تم اُس کو کافر کہو میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔ اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو محمد اللہ صلیح النسب سید ہوں اور سید ماں کے پیٹ سے صدر ہوتا ہے۔ تمام امت آل رسول پر درود بھیجتی ہے۔ اس لیے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔“

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن مخالفین نے بعد ازاں بھی مخالفت جاری رکھی چنانچہ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد میاں جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ جناح کافر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برحسب جواب دیا :

ماہنامہ ”الوزار العرفیہ“ قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۴-۱۵۔



تہیں کرن سی اُس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب یافت

کہتے ہو۔

پھر شاد فرمایا :

”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کر ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“

اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بڑھ کر حضرت کے قدم پر بیٹھے اور اعتراف کیا کہ ”اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا : ”مولانا صاحب ! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اُسے کامیابی ہوگی۔“

پھر فرمایا :

”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا، بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔“

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائد اعظم کی استعفا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، امیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان اور بیگم نے بھی مسلم لیگی امیدواروں کے لیے شب و روز کام کیا حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اعظم نے بمبئی میں آپ کے مرید صادق سید محمد علی کو مبارکباد دی اور کہا کہ :

”یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔“

آپ نے قائد اعظم کو مبارکباد کا تار دیا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ :

”یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا صلہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔“

جولائی ۱۹۴۶ء میں حضرت امیر ملت کو معلوم ہوا کہ قائد اعظم آئندہ سال زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے انہیں ایک تفصیلی خط لکھا جس میں مناسک حج، زیارت کی تفصیلات، مقامات کے نام اور اخراجات تک تحریر فرمائے اور تمام اخراجات اپنی گروہ سے ادا کرنے کی پیشکش کی۔ خط ملاحظہ فرمائیے :

علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ

۱۰ جولائی ۱۹۴۶ء

قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ آئندہ سال سفر حج پر تشریف لیجانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے فقیر کو اس شہرہ سے دلی مسرت ہوئی ہے فقیر آپ کو اس مبارک غم پر ہزار ہا مبارکبادیں دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس غم مبارک میں برکت عطا فرماوے۔ لیکن فقیر آپ کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ آپ بجائے سال آئندہ حج کرنے کے اسی سال حج و زیارت کا ارادہ کریں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے ذمے جو حج فرض ہے وہ ادا ہو جائے گا اور جو لوگ آپ کی طرف سے سواغین رکھتے ہیں اور آپ کے عقائد و اعمال اور دین و مذہب پر طعن کرتے ہیں۔ ان پر اور تمام عالم پر آپ کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، برائی العین نظر آجائے گی اور آپ کا قریب ایمان سب پر روشن ہو جائے گا اور امید ہے کہ اس کے بعد ان مخالفین کے گردنیں بارندامت سے نہ اٹھ سکیں گی۔ یہ غلط فہمی جس قدر رفع ہو سکے بہتر ہے اور وہ آپ کے حج کو جانے سے دفع ہو جائے گی۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ ملک حجاز اور حرمین شریفین طیبین کی حالت کو اور بالخصوص حالات سفر حج پر چشم خود معائنہ کر سکیں گے۔ سعودی حکومت نے ارکان حج و زیارت کا ادا کرنا عامۃ المسلمین کے لیے جس قدر دشوار کر رکھا ہے اس کا صحیح اندازہ دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ سو لاریوں اور اونٹنوں کا کرایہ، قسم قسم کے محصول اور ٹیکس اس قدر کثیر و گراں کر دیئے گئے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے فریضہ حج کو بجالانا سخت دشوار ہو گیا ہے۔ ہمیشہ ہندوستان سے بڑی کثیر تعداد میں حجاج سفر کرتے ہیں اور حکومت حجاز کو ہندوستان کے حاجیوں سے زبردستی حاصل ہوتا ہے۔ جس سال ہندوستان سے حاجی نہ جاسکے حکومت حجاز کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن باوجود اس کے حکام حجاز، حاجیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ ہندوستان والے



بہت کچھ فریاد کرتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا۔ اب آپ خود حجاز میں حاضر ہو کر پچھتم خود تمام حالات دیکھیں گے تو امید ہے کہ حکومت حجاز سے حاجیوں کے لیے مراعات حاصل کر سکیں گے۔ آپ مسلمانان ہند کے قائد اعظم ہیں۔ آپ کی آواز ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی متحدہ آواز ہے۔ آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ کی آواز ارض حجاز میں بھی رائیگاں اور بے اثر نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ اسی سال حج کو چلے جائیں تو امید ہے کہ اہل ہند کے لیے جلد سہولت و آسانی کی راہ نکل آئے گی۔

نجدی حکومت کے مظالم کے متعلق مثال کے طور پر چند واقعات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ جتہ شریف سے مکہ شریف کا فاصلہ ۲۵ میل کا ہے اور موٹر لاری میں ایک گھنٹے کا سفر ہے لیکن اس کا کرایہ حاجیوں سے سو روپے فی کس لیا جاتا ہے۔ مکہ شریف سے عنفات شریف ۹ میل ہے، اس کا کرایہ پچاس روپے لیتے ہیں۔ مکہ شریف سے مدینہ شریف ۲۵ میل ہے۔ ڈیڑھ دن کا سفر ہے، اس کا کرایہ چار سو روپے وصول کیا جاتا ہے۔ حج کے موقع پر جو حاجیوں سے چار سو روپے لیتے ہیں، حاجیوں کے چلے جانے کے بعد صرف پندرہ روپے لیتے ہیں۔ یہ کس قدر صریح ظلم ہے، اس ظلم کی کوئی حد ہے؟ ترکوں کی سلطنت میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جانے اور پھر مکہ شریف واپس آنے کا کرایہ ۱۵ روپے تھا اب اونٹ کا کرایہ چار سو روپے ہے اور اونٹ کی قیمت ۲۳ روپے اور ایک بار کا کرایہ چار سو روپے ہے۔ اپنا اونٹ خرید کر یا اپنی موٹر سواری پر یا ٹرک پر یا پیادہ کوئی نہیں جاسکتا۔ پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ سات سو آدمیوں کو جو رات بھر تک پیادہ پیٹھے تھے، حجاز کے اندر داخلہ کی اجازت نہ دی گئی اور رات بھر سے واپس کر دیا۔

تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے سفر حج کا سن کر ہندوستان کے ہزار ہا مسلمان آپ کے ہمراہ جانے کے اشتیاق میں حج کو روانہ ہوں گے اور اس خیر کثیر کے باعث آپ ہوں گے۔ ان سارے حاجیوں کو جس قدر ثواب ملے گا، اتنا ہی تنہا آپ کو ملے گا۔ الدال علی الخیر کفاعله گویا آپ نے بیک وقت ہزار ہا حج کر لیے۔

اب فقیر حج کے معنی بیان کرتا ہے کہ حج کسے کہتے ہیں۔ ایک پرندہ جال میں پھنس جاتا ہے، وہ بہتیرا پھر پھرتا ہے مگر جال نہیں ٹوٹتا اور وہ گرفتار کا گرفتار رہتا ہے۔ آخر ایک دن فرشتہ اجل آ جاتا ہے اور اس کی جان نکال لے جاتا

ہے۔ اسی طرح انسان بھی علاقہ دنیا اور سلاسل مال و عیال میں گرفتار رہتا ہے۔ کوئی صورت اس جال سے نکلنے کی نہیں نکلتی۔ ادھر بیوی کا خیال ہے، ادھر بچوں کی فکر ہے ادھر مال ہے ادھر زمین ہے۔ مرتے دم تک اسی غم میں مبتلا رہتا ہے۔ آخر ملک الموت اس پھنڈے سے اُس کو چھڑاتا ہے، تو اس کا نام موت ہے اور اپنی خوشی سے اپنے ارادے سے اس جال کو توڑنا، اس کا نام حج ہے۔

حاجی، اللہ تعالیٰ کا ہمان ہوتا ہے اور میزبان کو اپنے ہمان کی خاطر عزیز ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ اس وقت سے جب تک وہ پھر واپس ہو کر گھر میں داخل ہوتا ہے، اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حج کے زمانے میں حاجی کا ہر فعل عبادت ہے۔ اُس کا کھانا پینا، سونا عبادت میں داخل ہے۔ حج سے مشرف ہو کر حاجی اس طرح پاک ہوتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حاجی کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اور اُس کو انعام میں جنت نصیب ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی کی پہلی نظر کعبہ شریف پر پڑتی ہے، اُس وقت جو دعا مانگے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث یاد تھی جس وقت پہلی مرتبہ اُن کی نظر کعبہ شریف پر پڑی تو انہوں نے دعا مانگی کہ ”یا اللہ! مجھ کو مستجاب الدعوات بنا“ یعنی میں جو دعائیں مانگا کروں اُس کو قبول فرمایا کر۔

اگر آپ بجائے سال آئندہ اسی سال حج کا ارادہ کر لیں تو کراچی سے روانگی اور واپسی تک صرف دو مہینے صرف ہوں گے۔ ۲۵ دن مدینہ شریف کی حاضری ۱۵ دن مکہ شریف کی حاضری اور بیشیش روز جہاز کی آمد و رفت میں۔ ۴ روز ممبر کو روزی ملے ہوگی اور روز ممبر کے آخر تک آپ واپس پہنچ سکتے ہیں۔

فقر نے بھی اس سال مع اپنے بھیس فقیروں کے ٹکٹ حاصل کر لئے ہیں اور شوال میں جو دوسرا ٹکٹ چلے گا، اُس میں روانگی ہوگی۔ اگر آپ بھی اس میں سوار ہوں تو طے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے حاجی دو۔ فقیر یہ بھی آپ کو بتانا ضروری سمجھتا ہے کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ اسی سال حج کی سعادت نصیب کرے تو آپ اپنا مطلق شیخ محسن صاحب سندھی کو بنائیں۔ یہ بہترین مطلقین میں سے ہیں، قدیم سے فقیر کے مطلق ہیں اور بڑی جانفشانی سے حاجیوں کے خدمت گزار ہیں۔ بلکہ فقیر باقی



حاجیوں کو بھی سچے دل سے مشورہ دیتا ہے کہ شیخ محسن صاحب کو اپنا مطوف بنایا کریں۔  
تیزیہ سٹریکٹ کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے تمام خورد و نوش اور خرچ آمد و رفت فقیر  
کے ذمہ ہوگا اور جس قسم کا پرہیزی کھانا آپ چاہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ویسا ہی تیار  
ہو جایا کرے گا۔ اور اگر آپ قبول و منظور فرمادیں تو آپ کا آگہوٹ کا کرایہ بھی فقیر ہی  
ادا کرے گا۔

سجدی حکومت کے مظالم اس قدر ہیں کہ لکھنے کے لیے دفتر چاہیے،  
اور انگریزوں کے یہ مظالم ہیں کہ حاجیوں کو ایک سیر آٹا دینا جاتے کی بھی اجازت نہیں  
ہے، حاجی لوگ وہاں جا کر کیا کھائیں گے۔ بھوکے ہی مرجائیں گے کیونکہ وہاں تو غلہ تو ملتا  
ہی نہیں ہے۔ سنا گیا ہے کہ گزشتہ سال جو حاجی اپنے ہمراہ سمٹائی لے گئے تھے  
وہ بھی انہوں نے چھین لی تھی۔ خیر یہ تو انگریزی حکومت ہے، اُن کا اختیار ہے جو کچھ  
چاہیں کریں مگر سجدی حکومت تو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ  
حاجی لوگ اپنے گھر سے صرف ساٹھ روپیہ لے جاتے تھے اور حج کر کے واپس آ جاتے  
تھے لیکن اب انگریزی حکومت نے اخبارات کے مطابق تیس روپے کا کرایہ  
اٹھا رہا ہے، دوسرے درجہ کا چوہلیس سو اور اول درجہ کا چار ہزار روپیہ مقرر  
کیا ہے۔ پنجاب کے غریب مسلمان اتنا روپیہ کہاں سے لائیں گے۔ سجدی حکومت نے  
اس بات کو سمجھا ہی نہیں کہ اگر وہ ترکوں کے وقت کے کرائے مقرر کر دے تو فقیر دعوے  
سے کہتا ہے کہ اُس کو موجودہ آمدن سے سو گنا زیادہ آمدن ہو اور غریب مسلمان بھی حج و  
زیارت کی نعمتِ عظمیٰ سے مستفیض ہو کر سجدی حکومت کے حق میں دل و جان سے  
دعا کریں گے۔

فقیر امید کرتا ہے کہ آپ اس خط کے جواب باصواب سے بہت جلد  
مطلع فرمائیں گے تاکہ تسلی ہو۔ اگر آپ فقیر کی اس درخواست کو منظور فرما کر حوصلہ  
اقتدائی فرمائیں گے تو فقیر کو آمدہ بھی شرعی امور میں مشورہ دینے کی جرأت ہو جائے  
گی اور پہلی بار ہی خالی گئی تو فقیر کو سخت صدمہ پہنچے گا اور نہایت مایوسی ہو جائے  
گی۔ فقیر آپ کے سفر حج کے غزم بالجزم کی خوشخبری سننے کے لئے ٹیلی گرام کے انتظار میں ہے  
اور فقیر کا گھر قلعہ سوہا سنگھ و بعلب سیا لکوٹ ہے۔

الراشم

سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ

۲۵

بعد ازاں انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کو خط لکھا :

علی پور سید اں ضلع سیالکوٹ

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء  
قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام غریب حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخش حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی رو سیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انہوں نے کرشمہ کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریوں گاندھی کا .... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا .... نہ بنا سکے۔

آخر میں باد بریں و ہمت مردانہ تو

ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند

اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام دیر عثمان علی خاں والی حیدر آباد دکن ف ۱۹۶۷ء اور اہل حیدر آباد دکن کو دیتا ہوں، جنہوں نے آپ کو سونے سے وزن کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزت سوائے آغا خاں صاحب (سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے کسی بادشاہ کو، کسی ملک اور قوم میں نہیں ہوئی، کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔ اس لیے اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الہی میں حاضر ہو کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں اور

ہفت روزہ "دیدار سکندری" راپور جلد ۸ شمارہ ۲۸/۲۸ بابت ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۴۳

۲۵



فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔

عید الفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچ کر دوسرے دن  
مکہ پہنچ جائیں۔ اور پانچ دن میں مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبہ  
حاضر ہو جائیں، وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر تیسرے دن کراچی واپس پہنچ جائیں۔  
اس میں آپ کے کل بیس دن کے قریب صرف ہوں گے۔ جس وقت یہ نیاز نامہ پہنچے  
اس وقت اپنے غم بالغرم سے بذریعہ تاریلی پوریتاں قلعہ سو بھا سنگھ (تارگھر)  
کے پتے پر فقیر کو مطلع فرمائیں۔ طرہ برکریاں کارہا و شوار نیست۔  
آپ کے میل گرام کا انتظار رہے گا۔

الراحم

سید جامعہ علی شاہ عفی اللہ عنہ

بعد میں حضرت قائد اعظمؒ کو ایک خط انگریزی میں بھی لکھوایا جس میں حج کی تمام تفصیلات  
اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔

قائد اعظمؒ نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے :

۱۰ اردنگ زیب روڈ

نیروولی

۱۳ اگست ۱۹۴۶ء

ڈیر سید جامعہ علی شاہ صاحب

۱۷ جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی  
کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان کی بنا پر میرے لیے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن  
نہیں ہے۔

آپ کے شکریے کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور  
آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ کو مبارکبادی کا خط لکھا، جس کے

جواب میں قائد اعظمؒ نے ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

ارادنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر پیر صاحب

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپ نے ازراہ لطف مجھے شفا لوگوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

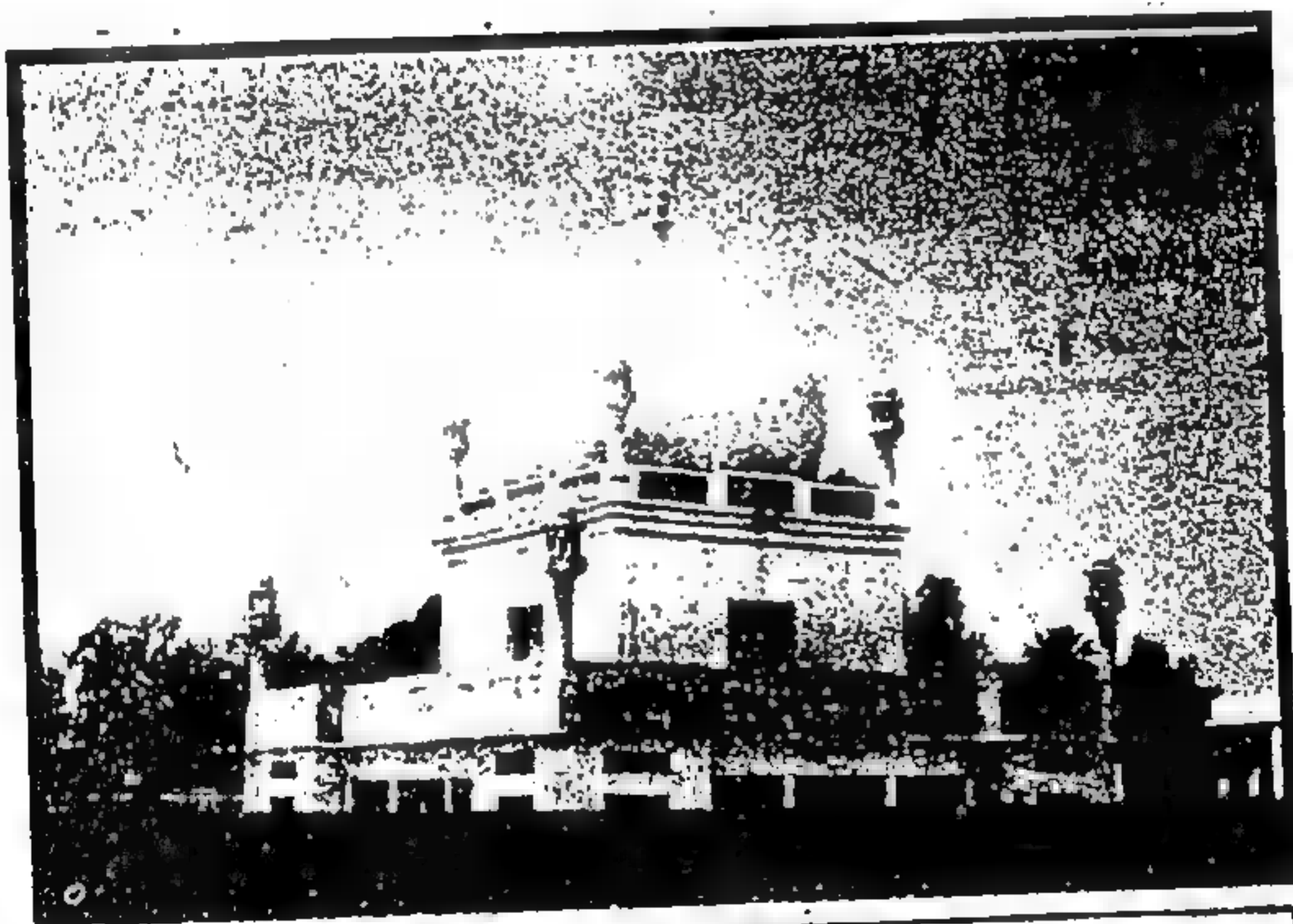
۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل پاکستان کی شکل میں مل گئی تو حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے، قائد اعظمؒ کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا :

”ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔“

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائد اعظمؒ کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے حضرت قائد اعظمؒ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یارانِ طریقت کو بھی دعائے مغفرت کے لیے ارشاد فرمایا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے مرید خاص الحاج چوہدری قاری محمد شہاب الدین صاحب بیگم بازار حیدر آباد دکن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائد اعظمؒ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھرپور خراج تحسین پیش کیا :



ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرتِ آیات کی خبر سن کر جس قدر  
 صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ  
 اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم و مغفور کا جانشین کوئی نظر  
 نظر نہیں آتا۔



مزارِ مقدس حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

# کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱	اجمل الدار رضا	مولانا حشمت علی خاں لکھنوی	پبلی بھیت رانڈیا	۱۹۳۵ء
۲	اسلام اور قائد اعظم	محمد حنیف شاہد	لاہور	۱۹۷۶ء
۳	اسلامی مذاہب	شیخ ابو زہرہ مصری	فیصل آباد	طبع سوم
۴	اکابرین تحریک پاکستان	محمد علی چسپراغ	لاہور	۱۹۹۰ء
۵	اکابر تحریک پاکستان جلد اول	محمد صادق قصوری	گجرات	۱۹۷۶ء
۶	اقبال کا سیاسی کارنامہ	محمد احمد خاں	لاہور	۱۹۷۷ء
۷	اکادریہ علی الغاویہ جلد اول	مولانا محمد سعید عالم اہمسی	امرتسر	۱۹۳۱ء
۸	جلد دوم	" " " "	" " " "	۱۹۳۳ء
۹	امیر ملت اور ان کے خلفاء	محمد صادق قصوری	سیالکوٹ	۱۹۸۳ء
۱۰	امیر ملت اور آل انڈیائی کانفرنس	" " " "	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۱	امام صحافت، رنارخ سیفی	خلیق الرحمن سیفی	فیصل آباد	۱۹۸۸ء
۱۲	انوار شاہ جامعیت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدر آباد دکن	تلمی
۱۳	الوزار امیر ملت	محمد صادق قصوری	برجکلاں (قصور)	۱۹۷۹ء
۱۴	الوزار اقبال	بشر احمد ڈار	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۵	ایمان پروریادیں	مولوی اللہ وسایا	ملتان	۱۹۸۶ء
۱۶	برکات علی پو شریف	پیر نعیر شاہ امرتسری	امرتسر	۱۳۲۶ھ
۱۷	پاکستان ناگزیر تھا	یتد حسن ریاض	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۸	تحریک ہجرت	راجا رشید محمد	لاہور	۱۹۸۶ء



۱۹۷۶ء	لاہور	شورش شمس کاشمیری	تحریک ختم نبوت	۱۹
۱۹۸۶ء	پشاور	پروفیسر محمد شفیع صابر	تاریخ صوبہ سرحد	۲۰
۱۹۷۹ء	لاہور	شیخ محمد نسیق	تاریخ پاکستان	۲۱
۱۹۷۳ء	"	سید حیدر حسین علی پوری	تذکرہ شاہ جامعہ	۲۲
۱۹۸۵ء	اسلام آباد	حکومت پاکستان	تحریک پاکستان منزل منزل	۲۳
۱۹۵۴ء	میسور (بھارت)	فیاض بگودوی	تذکرہ شہر جامعہ	۲۴
۱۹۸۶ء	سیالکوٹ	خواجہ محمد طفیل	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	۲۵
۱۹۷۸ء	لاہور	مولوی نجم الغنی رامپوری	مذہب اسلام	۲۶
۱۹۸۷ء	ملتان	مولانا عنایت اللہ چشتی	مشاہدات قادیان	۲۷
طبع نہم	لاہور	پروفیسر محمد الیاس برنی	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	۲۸
۱۹۷۵ء	علی پور سیدال	سید اختر حسین / پروفیسر محمد طاہر قادری	سیرت امیر ملت	۲۹
۱۳۶۹ھ	حیدر آباد دکن	حاجی محمد عثمان جماعتی	ملفوظات امیر ملت	۳۰
۱۹۶۵ء	قصور	" " "	" " "	۳۱
۱۹۷۶ء	لاہور	" " "	" " "	۳۲
۱۹۷۸ء	"	مولانا جلال الدین قادری	خطبات آل انڈیا کی کانفرنس	۳۳
۱۹۷۶ء	گولڑہ شریف	مولانا فیض احمد فیض	فہرست	۳۴
۱۹۵۹ء	حیدر آباد دکن	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	فیضان امیر ملت	۳۵
۱۹۵۴ء	لاہور	پنجاب یونیورسٹی لاہور	رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء	۳۶
۱۹۶۷ء	کراچی	چوہدری خلیق الزمان	شاہراہ پاکستان	۳۷
۱۹۷۸ء	دہلی	سید محمد ہادی	علی برادران اور ان کا زمانہ	۳۸
۱۹۶۳ء	لاہور	رئیس احمد جعفری	علی برادران	۳۹
۱۹۶۵ء	آگرہ	مولانا عبد المجید قصوری	محدث علی پوری کے قومی کارنامے	۴۰
طبع دوم	لاہور	مولانا غلام معین الدین نعیمی	حیات صد الاناضل	۴۱
۱۹۳۵ء	بدایوں	حضرت امیر ملت	خطبہ صدارت مؤتمر جمعیت علماء ہند	۴۲

۱۹۷۸	لاہور	حکیم محمد حسین بدر	سات تارے	۴۳
"	"	عزیز جاوید	قائد اعظم اور سرحد	۴۴
۱۹۸۱	بُرج کلاں (قصور)	محمد صادق قصوری	فدایانِ امیر ملت	۴۵
۱۹۸۲	لاہور	فیروز سنز	فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا	۴۶
۱۹۸۵	کراچی	لطیف احمد شروانی	قرار داد پاکستان	۴۷
۱۹۸۷	لاہور	شیخ غلام امین سنز	جامع اردو انسائیکلو پیڈیا	۴۸
۱۹۸۵	"	ایک بیرسٹر کے قلم سے	قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ	۴۹
"	کراچی	خواجہ رفیع حسینی	قائد اعظم خطوط کے آئینے میں	۵۰
۱۹۹۱	لاہور	میاں عطاء اللہ ساگر وارثی	مشائخ ہوشیار پور	۵۱
۱۹۹۷	کراچی	نواب بہادر یار جنگ	مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول	۵۲
۱۹۸۸	لاہور	پیر زادہ محمد انور عزیز چشتی	مٹی کی محبت	۵۳
۱۹۴۶	نیلی بھیت (بھارت)	مولانا حشمت علی خان لکھنوی	ستر باب الالباب دینیہ یانیہ	۵۴
۱۹۹۰	اسلام آباد	پروفیسر سید وقار علی شاہ	پیر حسنا کی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد	۵۵
۱۹۷۹	فیصل آباد	محمد یوسف نقشبندی	جواہر نقشبندیہ اور مظاہر حواریہ	۵۶
۱۹۶۶	لاہور	رئیس احمد جعفری	قائد اعظم اور ان کا عہد	۵۷
۱۹۸۳	"	حکیم آفتاب احمد قریشی	کاروانِ شوق	۵۸
۱۹۷۹	"	محمد عبد المجید مدنی ایڈووکیٹ	سیرت النبی بعد زوال النبی	۵۹
سن نڈارو	"	پروفیسر اشتیاق طالب	صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین	۶۰
۱۹۳۵	"	سید ممتاز علی	سبیل الرشاد	۶۱
۱۹۸۲	"	محمد عبد اللہ قریشی	حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں	۶۲
۱۹۵۵	"	عبد المجید سالک	ذکرِ اقبال	۶۳
۱۹۸۰	سیال کوٹ	پروفیسر محمد سعید احمد	حضرت محمد و انبیاء اور ذکرِ محمد اقبال	۶۴
۱۹۷۷	لاہور	محمد عبد اللہ قریشی	معاصرینِ اقبال کی نظر میں	۶۵
۱۹۴۷	"	اقبال	بالِ جبریل	۶۶



۶۷	ضربِ حکیم	اقبال	لاہور ۱۹۷۰
۶۸	سیرتِ اقبال	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	" ۱۹۶۶
۶۹	صوفیہ نقشبند	حکیم سید امین الدین احمد	" ۱۹۷۳
۷۰	کرامتِ امیرِ ملت	بخشی مصطفیٰ علی خاں	کراچی ۱۹۶۵
۷۱	وانائے راز	سید نذیر نیازی	لاہور ۱۹۷۹
۷۲	غازی علم الدین شہید	رائے محمد کمال	" ۱۹۸۳
۷۳	سہ ماہی "السلام"	سید الطاف علی بریلوی	کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴
۷۴	"اقبال ریویو"		جنوری ۱۹۶۱
۷۵	ماہنامہ "الوزار الصوفیہ"		سیالکوٹ، مئی ۳۸ اپریل ۱۹۴۰
۷۶	"فیلم حرم"	مولانا غلام رسول گوہر	قصور، اپریل مئی اگست ۱۹۶۱
۷۷	"اشمس السلام"	پیر محمد کرم شاہ	بھیرہ (سرگودھا) دسمبر ۱۹۷۴
۷۸	"اشرفی"		جنوری ۱۹۳۳
۷۹	"ترجمانِ اہلسنت"		کچھوچھو شریف (بجایت) مئی ۱۹۲۵
۸۰	مجلہ "برگ گل" اردو کان کراچی		کراچی، اکتوبر نومبر ۱۹۷۸
۸۱	"اون" گورنمنٹ کالج شاہدہ لاہور	ڈاکٹر محمد الیاس قادری	۱۳۰۱ء (مولانا محمد علی جوہر نمبر)
۸۲	"برقاب" (واپڈا)	ڈاکٹر آفتاب محمد نقوی	لاہور ۹۱-۹۹۰، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۸
۸۳	پندرہ روزہ "اسلم لیگ نیوز"	قائد اعظم نمبر	لاہور ۱۹۷۶
۸۴	ہفت روزہ "استقلال"	ظہور عالم شہید	یکم تا ۱۵ اگست ۱۶ تا ۳۱ اگست ۱۹۹۲
۸۵	"الفقیہہ"	حکیم معراج الدین احمد	لاہور، متعدد شمارے
۸۶	"افق"	ظہور الحسن محبوبا	امرتسر، ۱۹۳۸ تا ۱۹۴۶ء کی نمائیں
۸۷	روزنامہ "نوائے وقت"	عجیب نظامی	کراچی، ۱۲ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸
۸۸	سہ ماہی "فکر و نظر"	صاحبزادہ ڈاکٹر مساجد الرحمن	لاہور، متعدد شمارے
۸۹			اسلام آباد، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء

## اطہارِ سر

مندرجہ ذیل حضرات کے مالی تعاون سے یہ کتاب منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے  
اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں خوش و خرم رکھے۔ آمین  
ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ① جناب سید نذر حسین شاہ صاحب، علی پور سیداں شریف ② جناب سیر عالم حسینی، کراچی
- ③ جناب غلام مرتضیٰ کوٹلی، میرپور ماٹھیلہ (سندھ)
- ④ جناب چوہدری محمد فاروق انور لاہور ⑤ جناب چوہدری محسن ریاض، برج کلاں (قصور)
- ⑥ جناب چوہدری مدثر نواز، برج کلاں (قصور) ⑦ جناب سیر طالب حسین شاہ، میانوالا
- ⑧ جناب پروفیسر زاہد حسین فریدی، اسلام آباد ⑨ جناب محمد صدیق نقشبندی، شیخوپورہ
- ⑩ جناب محمد شرف کاشف، ناروال ⑪ جناب مولانا محمد حفیظ نقشبندی، کراچی
- ⑫ جناب راجہ امتیاز احمد ایڈووکیٹ، کوٹلی (A.K)
- ⑬ جناب رانا محمد ذوالفقار علی قصوری، پپلاں (میانوالی) ⑭ جناب فی فقیر محمد گوجر، میانوالا
- ⑮ جناب چاچا امانت علی ٹیلر ماسٹر، برج کلاں (قصور) ⑯ جناب شیخ محمد سعید، ساہیوال
- ⑰ جناب فیاض الدین احمد ٹاؤن شپ لاہور ⑱ جناب حمید عالم کمالیہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ





محفوظ و محفوظ

سرکاری مجلس تعلیم و تربیت پاکستان